تقویۃ الایمان

تالیف:

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

ح جمعية خدمة المحتوى الإسلامي باللغات ، ١٤٤٤ هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

باللغات ، جمعية خدمة المحتوى الإسلامي

تقوية الإيمان - اردو . / جمعية خدمة المحتوى الإسلامي باللغات -

ط١. . - الرياض ، ١٤٤٤ هـ

٨٣ ص ؛ ١٤ × ٢١ سم

ردمك: ١-٤٦٣٩-٠٤-٦٠٣-٩٧٨

١- االعقيدة الاسلامية أ. العنوان

ديوي ٢٤٠ ١٤٤٤ / ٦١٨٤

شركاء التنفيذ:

دار الإسلام جمعية الربوة رواد الترجمة المحتوى الإسلامي

يتاح طباعة هذا الإصدار ونشره بأي وسيلة مع الالتزام بالإشارة إلى المصدر وعدم التغيير في النص.

Tel: +966 50 244 7000
info@islamiccontent.org
Riyadh 13245- 2836
www.islamhouse.com

رسالۃ التوحید، المسمی بہ تقویۃ الایمان۔

اسماعیل بن عبد الغنی بن ولی اللہ بن عبد الرحیم العُمری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی:۱۲۴۶ھ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالاتِ مولف۔ سیرت کی ایک جھلک۔

عالم کبیر، مجاہد فی سبیل اللہ، شہید، اسماعیل بن عبد الغنی بن ولی اللہ بن عبد الرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دنیاں کے ان چند گنے چنے افراد میں سے تھے جو انتہائی ذکی، فطین، شہزور، شجاع، قوی اور دین میں پہاڑ کی طرح سخت اور مضبوط اور عقیدۂ توحید کے اظہار واعلان میں پیغمبرانہ عزم وبصیرت، شجاعت واستقامت کے مالک تھے۔

ولادت:

۱۲، ربیع الثانی، ۱۱۹۳ ہجری کو دہلی شہر میں پیدا ہوئے، بچپن میں ہی والد کا انتقال ہو گیا، اپنے چچا شیخ عبد القادر بن ولی اللہ دہلوی کی تربیت میں پروان چڑھے۔ ان سے درسی کتابیں پڑھیں، ساتھ ہی اپنے دونوں چچا شیخ رفیع الدین اور شیخ عبد العزیز دہلوی سے بھی استفادہ کیا اور مدّتوں ان کی خدمت میں رہ کر تعلیم پائی۔ اس طرح علوم عقلیہ ونقلیہ میں رسوخ اور مہارتِ تامّہ حاصل کی اور کم عمری ہی میں یگانۂ روز گار ہو گیے۔ پھر مشہور داعیٔ حق سیّد احمد بن عرفان شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دامنِ عقیدت سے وابستہ ہو گئے۔ انہیں کے ساتھ ۱۲۳۷ ہجری میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور حج وزیارت کی سعادت حاصل کی، حج سے واپسی کے بعد دو سال تک ہندوستان کے طول وعرض کا دورہ کیا اور وعظ وتبلیغ سے پورے ملک میں حق وتوحید کا ایک نیا عالَم پیدا کر دیا۔ پھر ۱۲۴۱ ہجری میں سیّد احمد بن شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہندوستان کے سرحدی مقامات کی طرف چل پڑے اور جہاد فی سبیل اللہ شروع کیا، بڑے بڑے معرکے

سر کیے، خود لشکر ترتیب دیتے تھے اور فوجوں کی کمان کرتے تھے اور بنفس نفیس میدانِ جنگ میں لڑتے تھے۔ یہاں تک کہ باغستان کے علاقہ ''بالاکوٹ''میں شہادت پائی۔

شیخ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نابغہ ٔروزگار عبقری شخصیت تھے۔ تعلق باللہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ عبادت و افادت (دوسروں کو فائدہ پہنچانے) میں ہمیشہ مصروف رہتے۔ آپ حسنِ اخلاق، انکساری، سخاوت، پاک دامنی، زندہ دلی اور دین پر عمل آوری جیسی عمدہ صفات کے مالک تھے۔ نہایت عمدہ اور فصیح و بلیغ انداز میں آپ دینی مسائل پیش کرتے تھے۔ اخلاق سے عاری یا دینی مسائل میں اختلاف رائے رکھنے والے لوگ آپ کی گفتگو سے متاثر ہو کر آپ کے نقشِ قدم پر چل پڑتے۔

شیخ محسن بن یحیی الترھتي ''الیانع الجنی''میں فرماتے ہیں: وہ دین میں بہت مضبوط اور سنت کے بڑے پابند تھے، (سنت کو چھوڑنے پر) ناراض اور افسوس کا اظہار کرنے والے اور سنت کی طرف دعوت دینے والے اور بدعت اور اہلِ بدعت پر سختی کرنے والے تھے۔

صدیق بن حسن قنوجی ''الحطۃ بذکر الصحاح الستۃ''میں شیخ ولی اللہ بن عبد الرحیم دہلوی کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (ولی اللہ دہلوی) کے پوتے مولوی محمد اسماعیل شہید تمام قول و فعل میں اپنے دادا کے نقشِ قدم پر تھے، جس مشن کی ابتدا آپ کے دادا نے کی تھی آپ نے اسے پورا (مکمل) کیا اور اپنی ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دیا، اللہ تعالی ہی ان کے نیک اعمال، ٹھوس اقوال اور درست احوال کا بدلہ دینے والا ہے، آپ نے دین اسلام میں کبھی نیا طریقہ ایجاد نہیں کیا، جیسا کہ جہال کیا کرتے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

"کسی ایسے انسان کو جسے اللہ تعالیٰ کتاب وحکمت اور نبوت دے، یہ لائق نہیں کہ پھر بھی وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ وہ تو کہے گا کہ تم سب رب کے ہو جاؤ، تمھارے کتاب سکھانے کے باعث اور تمھارے کتاب پڑھنے کے سبب"۔

اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ نے کئی متروکہ سنتوں کو زندہ کیا اور بڑے بڑے شرکیہ (اعمال) ومحدثات کا خاتمہ کیا اور آپ نے شہادت کا درجہ پایا، نیز دوست واحباب میں اونچا درجہ حاصل کیا اور ایک کامیاب زندگی گزاری۔

(آپ کی) تصانیف:

شاہ شہید کی متعدد تصانیف ہیں: (۱) الصراط المستقیم: یہ آپ کا ایک فارسی رسالہ ہے جس میں آپ نے اپنے شیخ سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے افادات اور علمی وروحانی فرمودات جمع کئے ہیں اس کتاب میں دو باب ہیں جو شیخ عبد الحی بڑھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کردہ ہیں۔ (۲) ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح: اس موضوع پر سنّت اور بدعت کی وضاحت فرمائی ہے۔ (۳) منصب امامت: یہ منصب وامامت پر ایک نادر اور لاجواب رسالہ ہے۔ (۴) امکان النظیر وامتناع النظیر: یہ رسالہ بھی فارسی میں ہے۔ (۵) اصول الفقہ: عربی زبان میں اصولِ فقہ پر مختصر رسالہ ہے۔ (۶) رد الاشراک والبدع: یہ رسالہ عربی میں ہے جسے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (۷) تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین بالعربیۃ: عربی زبان میں۔ (۸) سلک نور: اردو زبان میں۔ (۹) تقویۃ الایمان: یہ دراصل آپ کے رسالہ "رد الاشراک" کے پہلے باب کا اردو ترجمہ ہے۔ (۱۰) عبقات: فلسفہ وحکمت میں آپ کی مہارت وجودت کا بہترین مرقع۔

احمد بن محمد متقی دہلوی ''آثار الصنادید'' میں فرماتے ہیں کہ: منطق میں آپ کا ایک رسالہ ہے، جس میں انہوں نے دعوی کیا ہے کہ چوتھی شکل ()واضح ہے اور اس کی پہلی شکل اس کے خلاف ہے، اور انھوں نے اس دعوے کے ٹھوس دلائل بھی پیش کیے، اور ان کے معاصرین میں سے کسی نے بھی اس کے دفاع (جواب دینے) کی ہمت نہیں کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید، مقدمہ

حمد وصلوٰۃ: الٰہی! تیرا ہزار بار شکر ہے کہ تو نے ہم پر بے شمار نعمتیں برسائیں، ہمیں اپنے سچے دین کی رہبری فرمائی، سیدھی راہ پر چلایا، موحد بنایا، پیغمبر اسلام ﷺ کا امتی بنایا، دین کا شوق دیا اور دینداروں کی محبت عطا فرمائی۔ اے رب! ہماری طرف سے اپنے پیارے پیغمبر ﷺ پر، ان کے اہل وعیال پر، ان کے صحابہ کرام پر اور ان کے جانشینوں پر، اپنی رحمت وسلامتی کی بارش نازل فرما۔ ہمیں بھی ان میں شامل فرما اور اسلامی زندگی بسر کرنے کی توفیق دے اور اسلام پر ہمارا خاتمہ فرما اور ان کے متبعین (پیروکاروں) کی فہرست میں ہمارا بھی نام لکھ لے۔ آمین ثم آمین۔

امابعد:

بندہ اور بندگی: تمام انسان اللہ کے بندے ہیں۔ بندے کا کام بندگی بجالانا ہے۔ جو بندگی سے جی چرائے، وہ بندہ نہیں۔ بندگی کا دارومدار ایمان کی اصلاح پر ہے۔ جس کے ایمان میں خلل ہے، اس کی بندگی غیر مقبول ہے۔ اور جس کا ایمان درست ہے اس کی تھوڑی سی بندگی بھی قابلِ قدر ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ایمان کو درست کرنے کی کوشش کرے اور اصلاح ایمان کو تمام چیزوں پر مقدم رکھے۔

زمانے کی حالت: اس زمانے میں لوگوں نے مختلف راہیں اختیار کر رکھی ہیں۔ بعض باپ دادا کی رسموں پر چلتے ہیں، بعض بزرگوں کے طریقوں کو اچھا سمجھتے ہیں، بعض علماء کی خود تراشیدہ (من گھڑت) باتوں کو بطورِ سند (دلیل) پیش کرتے ہیں۔ اور بعض عقلی گھوڑے دوڑاتے ہیں اور دینی باتوں میں عقل کو دخل دیتے ہیں۔

سب سے بہتر راہ: بہترین راہ یہی ہے کہ قرآن وحدیث کو معیار بنایا جائے۔ شرعی امور میں عقل کو دخل نہ دیا جائے اور ان ہی دو چشموں (یعنی قرآن وحدیث) سے روح کو سیراب کیا جائے۔ بزرگوں کی جو بات، علماء کا جو مسئلہ اور برادری کی جو رسم قرآن وحدیث کے موافق ہو، اس کو مان لیا جائے۔ اور جو اس کے خلاف ہو، اسے چھوڑ دیا جائے۔

دین کو سمجھنا مشکل نہیں: عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ قرآن وحدیث کا سمجھنا بڑا مشکل ہے، اس کے لیے بڑے علم کی ضرورت ہے، ہم جاہل کس طرح سمجھ سکتے ہیں اور کس طرح اس کے موافق عمل کر سکتے ہیں؟ اس پر عمل بھی صرف ولی اور بزرگ ہی کر سکتے ہیں۔

ان کا یہ خیال قطعی بے بنیاد ہے، کیوں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن پاک کی باتیں صاف صاف اور سلجھی ہوئی ہیں:

"بلاشبہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صاف صاف آیتیں اتاری ہیں، ان کا انکار فاسق ہی کرتے ہیں"۔ [البقرۃ:۹۹]۔

یعنی ان کا سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں، نہایت آسان ہے۔ البتہ ان پر عمل کرنا مشکل ہے، کیوں کہ نفس کو فرماں برداری مشکل معلوم ہوتی ہے، اسی لیے نافرمان ان کو نہیں مانتے۔

رسول کیوں آئے؟: قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لیے کچھ زیادہ علم کی ضرورت نہیں، کیوں کہ پیغمبر اسلام ﷺ نادانوں کو راہ بتانے کے لیے، جاہلوں کو سمجھانے کے لیے، اور بے علموں کو علم سکھانے ہی کے لیے آئے تھے۔ فرمایا:

”اسی نے ناخواندوں میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انھیں (شرک و کفر سے) پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور یقیناً پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے“۔[الجمعۃ:۲]۔

یعنی حق تعالی کی یہ بڑی زبردست نعمت ہے کہ اس نے ایسا رسول (ﷺ) مبعوث فرمایا جس نے ناواقفوں کو واقف، ناپاکوں کو پاک، جاہلوں کو عالم، نادانوں کو دانا اور گمراہوں کو راہ یافتہ بنا دیا۔ اس آیت کو سمجھنے کے بعد اب بھی اگر کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ قرآن سمجھنا عالموں کا اور اس پر عمل کرنا بڑے بڑے بزرگوں ہی کا کام ہے، تو اس نے اس آیت کو ٹھکرا دیا اور رب کی اس جلیل الشان نعمت (قرآن پاک) کی ناقدری کی۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اس کو سمجھ کر جاہل عالم، اور گمراہ عمل کر کے بزرگ بن جاتے ہیں۔

حکیم اور بیمار کی مثال: مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ ایک دانا حکیم ہے اور ایک شخص کسی بڑی بیماری میں مبتلا ہے۔ ایک شخص اس بیمار سے ازراہ ہمدردی کہتا ہے کہ تم فلاں حکیم کے پاس جا کر اپنا علاج کرالو۔ لیکن بیمار کہتا ہے کہ اس کے پاس جانا اور اس سے علاج کرانا ان تندرستوں کا کام ہے، جن کی صحت بہت ہی اچھی ہو۔ میں تو سخت بیمار ہوں، بھلا میں کس طرح جا کر علاج کرا سکتا ہوں۔ کیا تم اس بیمار کو خبطی نہ سمجھوگے کہ نادان اس حاذق حکیم کی حکمت کو نہیں مانتا؟ کیوں کہ حکیم تو بیماروں ہی کے لیے ہوتا ہے۔ جو تندرستوں کا علاج کرے، حکیم کیسے ہوا؟

مطلب یہ کہ جاہل اور گناہ گار کو بھی قرآن و حدیث کے سمجھنے اور احکام شرعیہ پر انتہائی سرگرمی سے عمل کرنے کی اتنی ہی ضرورت ہے، جتنی کہ ایک عالم اور بزرگ کو۔ لہٰذا ہر خاص و عام کا

فرض ہے کہ کتاب وسنت ہی کی تحقیق میں لگا رہے، انہی کو سمجھنے کی کوشش کرے، انہی پر عمل کرے، انہی کے سانچوں میں ایمان ڈھالے۔

توحید ورسالت: یادرکھو ایمان کے دو اجزا ہیں:

۱- اللہ تعالی کو الٰہ مطلق سمجھنا۔

۲- رسول کو رسول تسلیم کرنا۔

اللہ کو الٰہ مطلق سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اور رسول کو رسول تسلیم کرنا یہ ہے کہ انہی کی راہ اختیار کی جائے۔ پہلا حصہ توحید ہے اور دوسرا حصہ اتباعِ سنت ہے۔ توحید کی ضد شرک ہے اور سنت کی ضد بدعت ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ توحید اور اتباعِ سنت پر مضبوطی سے قائم رہے۔ انھیں سینے سے لگائے رکھے اور شرک و بدعت سے بچتا رہے۔ شرک وبدعت ہی متاعِ ایمان کے گھن ہیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے جب کہ دوسرے گناہوں سے صرف اعمال میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

اس لیے جو شخص موحد اور متبع سنت ہو، شرک وبدعت سے متنفر ہو اور اس کے پاس بیٹھنے سے توحید واتباعِ سنت کا شوق پیدا ہوتا ہے، اسی کو استاد و پیر سمجھنا چاہیے۔

رسالہ تقویۃ الایمان: ہم نے اس رسالہ میں چند آیتیں اور حدیثیں، جن میں توحید اور اتباعِ سنت کا بیان ہے اور شرک وبدعت کی برائی ہے، جمع کر دی ہیں۔ جن کا ترجمہ شگفتہ اور سلیس اردو میں کر دیا گیا ہے اور ان پر مختصر نوٹ بھی وضاحت کے لیے دے دئے گئے ہیں، تاکہ ہر خاص وعام اس سے فائدہ اٹھا سکے اور جس کو اللہ تعالی چاہے، سیدھی راہ پر لے آئے۔ اللہ کرے ہمارا یہ کام ہماری اخروی

نجات کا سبب بن جائے، آمین۔ (اس کا نام "تقویۃ الایمان" ہے۔ اس میں دو باب ہیں، پہلے باب میں توحید کا بیان اور شرک کی برائی ہے اور دوسرے باب میں اتباع سنت کا بیان اور بدعت کی برائی ہے)۔

پہلا باب: توحید کا بیان

عوام کی بے خبری: عام طور پر لوگوں میں شرک پھیلا ہوا ہے، توحید نایاب ہے۔ اکثر ایمان کے دعوے دار توحید و شرک کے معنی نہیں سمجھتے۔ مسلمان ہیں، مگر بے شعوری میں شرک میں گرفتار ہیں۔ لہذا پہلے توحید و شرک کے معانی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے، تاکہ قرآن و حدیث سے ان کی بھلائی اور برائی معلوم ہو سکے۔

شرک کے کام: توحید سے بے خبر لوگ عموما آڑے وقت میں پیروں، پیغمبروں، اماموں، شہیدوں، فرشتوں اور پریوں کو پکارا کرتے ہیں، انہی سے مرادیں مانگتے ہیں، انہی کی منتیں مانتے ہیں۔ مرادیں برلانے کے لیے انہی پر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں اور بیماریوں سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں کو انہی کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ کسی کا نام عبد النبی، کسی کا علی بخش، کسی کا حسین بخش، کسی کا پیر بخش، کسی کا مدار بخش، کسی کا سالار بخش، کسی کا غلام محی الدین اور کسی کا غلام معین الدین وغیرہ ہے۔ کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے نام پر جانور ذبح کرتا ہے، کوئی مشکل پڑنے پر کسی کو پکارتا ہے اور کوئی کسی کی قسم کھاتا ہے۔

غیر مسلم جو معاملہ دیوی دیوتاؤں سے کرتے ہیں، وہی یہ نام نہاد مسلمان انبیاء، اولیاء، ائمہ، شہداء، ملائکہ اور پریوں سے کرتے ہیں۔ اس کے باوجود مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اللہ پاک نے سچ فرمایا:

”اکثر لوگ اللہ پر ایمان لا کر بھی شرک کرتے ہیں“۔ [یوسف:١٠٦]۔

دعویٰ ایمان کا، کام شرک کے: یعنی ایمان کے اکثر دعویدار شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی ان سے کہے کہ تم دعوی تو ایمان کا کرتے ہو مگر شرک میں گرفتار رہتے ہو، کیوں شرک

وایمان کی متضاد راہوں کو ملا رہے ہو؟ تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم شرک نہیں کر رہے، بلکہ انبیاء اور اولیاء سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے عقیدت مند ہیں۔ شرک تو تب ہوتا ہے جب ہم انھیں اللہ کے برابر سمجھتے۔ ہم تو انھیں اللہ کے بندے اور مخلوق ہی سمجھتے ہیں، اللہ نے انھیں قدرت و تصرف بخشا ہے۔ یہ اللہ ہی کہ مرضی سے دنیا میں تصرف کرتے ہیں، ان کو پکارنا اللہ ہی کو پکارنا ہے اور ان سے مدد مانگنا اللہ ہی سے مدد مانگنا ہے۔ یہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں، جو چاہیں کریں۔ یہ ہمارے سفارشی اور وکیل ہیں، ان کے ملنے سے رب مل جاتا ہے اور ان کے پکارنے سے رب کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ جتنا ہم انھیں مانیں گے، اسی نسبت سے ہم اللہ کے نزدیک ہوتے جائیں گے۔ اور اسی قسم کی فضول باتیں کی جاتی ہیں۔

قرآن کا فیصلہ: ان سب باتوں کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن وحدیث چھوڑ بیٹھے اور شریعت میں عقل سے کام لیا، یہ جھوٹے افسانوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور غلط رسموں کو دلیلوں میں پیش کرتے ہیں۔ اگر ان کے پاس قرآن وحدیث کا علم ہوتا تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ پیغمبر ﷺ کے سامنے بھی مشرک اسی قسم کی دلیلوں کو پیش کیا کرتے تھے۔ اللہ پاک کا ان پر غصہ نازل ہوا، اور اس نے انھیں جھوٹا بتایا۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

”اور وہ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہیں جو انھیں نہ نقصان پہنچا سکیں اور نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ فرما دیں کیا تم اللہ کو وہ خبر دے رہے ہو، جسے وہ آسمان و زمین میں نہیں جانتا (جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے)؟ وہ ان کے شرکوں سے پاک و برتر ہے“۔ [یونس:۱۸]۔

اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں: یعنی مشرک جن چیزوں کے پرستار ہیں، وہ بالکل بے بس ہیں۔ ان میں نہ کسی کو فائدہ پہنچانے کی قدرت ہے اور نہ نقصان کی۔ اور ان کا یہ کہنا کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کریں گے، غلط ہے۔ کیوں کہ اللہ نے یہ بات بتائی نہیں! پھر کیا تم آسمان و زمین کی باتوں کو اللہ سے زیادہ جانتے ہو، جو تم کہتے ہو کہ وہ ہمارے سفارشی ہوں گے؟ معلوم ہوا کہ کائنات میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں کہ اگر اس کو مانا جائے تو وہ فائدہ پہنچائے، اگر نہ مانا جائے تو نقصان پہنچائے بلکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کی سفارش بھی اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ آڑے وقت ان کے پکارنے یا نہ پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی) معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا سفارشی سمجھ کر پوجے، وہ بھی مشرک ہے۔ اللہ نے فرمایا:

”اور جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو حمایتی بناتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہم کو مرتبہ میں اللہ کے نزدیک کر دیں، یقیناً اللہ ان کے اختلافات میں فیصلہ فرمائے گا۔ یاد رکھو کہ اللہ جھوٹے اور ناشکرے کی رہبری نہیں فرماتے“۔ [الزمر:۳]۔

اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہیں: یعنی حق بات تو یہ تھی کہ اللہ انسان سے بہت ہی قریب ہے۔ لیکن اس کو چھوڑ کر یہ بات تراشی کہ بت ہمیں اللہ سے قریب کر دیں گے اور ان کو اپنا حمایتی سمجھا اور اللہ کی اس نعمت کو کہ وہ براہِ راست سب کی سنتا اور سب کی امیدیں برلاتا ہے، ٹھکرا دیا۔ اور غیروں سے دعائیں کرنے لگے کہ وہ ان کی امیدیں برلائیں۔ اور پھر طرہ یہ کہ غلط اور نامعقول راہ سے اللہ کا قرب بھی تلاش کیا جاتا ہے۔ بھلا ان احسان فراموشوں اور جھوٹوں کو کیسے ہدایت ہو سکتی ہے۔ یہ تو اس ٹیڑھی راہ پر جس قدر چلیں گے، اسی قدر سیدھی راہ سے دور ہوتے جائیں گے۔

اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں: اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی غیروں کو یہ سمجھ کر پوجے کہ ان کے پوجنے سے اللہ کی نزدیکی مل جائے گی، وہ مشرک، جھوٹا اور اللہ تعالی کی نعمت کو ٹھکرا دینے والا ہے۔

اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں: اللہ تعالی فرماتے ہیں:

”آپ فرمادیں کہ ایسا شخص کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا تصرف و اختیار ہے اور وہ پناہ دینے والا بھی ہو اور اس کے مقابلے پر کوئی اور پناہ بھی نہ دے سکے اگر تمھیں علم ہے (تو جواب دو!) وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے۔ آپ (ﷺ) فرمادیں کہ پھر تم کیوں دیوانے بنے جاتے ہو“۔ المؤمنون:[۸۸-۸۹]۔

(یعنی اگر مشرکوں سے بھی پوچھا جائے کہ کائنات عالم میں وہ کون ہے جس کا ہر چیز پر تصرف واختیار ہے اور جس کے مقابلے پر کوئی کھڑا نہ ہو سکے؟ تو وہ اللہ ہی کو بتائیں گے۔ پھر غیروں کا (تصرف) ماننا دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے؟) معلوم ہوا کہ اللہ نے کسی کو کائنات میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں بخشی اور نہ ہی کوئی کسی کا حمایتی ہو سکتا ہے۔

علاوہ ازیں عہدِ رسالت کے مشرک بھی بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے، بلکہ انھیں اسی کے بندے اور مخلوق سمجھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ ان میں الٰہی قوتیں نہیں ہیں..... مگر انہیں پکارنا، ان کی منتیں ماننا، ان پر بھینٹ چڑھانا اور انھیں وکیل اور سفارتی سمجھنا ہی ان کا شرک تھا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی سے ایسا ہی برتاؤ کرے اگرچہ اسے بندہ اور مخلوق سمجھتا ہو تو وہ اور ابوجہل دونوں شرک میں برابر ہیں۔

شرک کی حقیقت: شرک یہی نہیں ہے کہ کسی کو اللہ کے برابر یا اس کے مقابلے کا مانا جائے بلکہ شرک یہ بھی ہے کہ جو چیزیں اللہ پاک نے اپنی ذات والا صفات کے لیے مخصوص فرمائی ہیں اور بندوں

پر بندگی کی علامتیں قرار دی ہیں، انھیں غیروں کے آگے بجالایا جائے، مثلاً: سجدہ، اللہ کے نام کی قربانی، منت، مشکل کے وقت پکارنا، اللہ تعالیٰ کو بذاتہ ہر جگہ حاضر سمجھنا، قدرت وتصرف وغیرہ میں دوسروں کا بھی کچھ حصہ جاننا، سب شرک کی مختلف شکلیں ہیں۔ سجدہ صرف اللہ ہی کی ذاتِ اقدس کے لیے مخصوص ہے، قربانی اسی کے لیے کی جاتی ہے، منت اسی کی مانی جاتی ہے، مشکل کے وقت اسی کو پکارا جاتا ہے، وہی ہر جگہ حاوی ونگران ہے اور ہر طرح کا تصرف واختیار اسی کے قبضے میں ہے۔ اگر ان میں سے کوئی صفت غیر اللہ میں بھی مانی جائے تو شرک ہے، گو اس کو اللہ سے چھوٹا ہی سمجھا جائے اور اللہ کی مخلوق اور اس کا بندہ ہی مانا جائے۔ پھر اس معاملہ میں نبی، ولی، جنّ، شیطان، بھوت، پریت اور پری وغیرہ سب برابر ہیں۔ جس سے بھی یہ معاملہ کیا جائے، شرک ہوگا اور کرنے والا مشرک ہو جائے گا۔ چناں چہ اللہ پاک نے بت پرستوں کی طرح یہودیوں اور عیسائیوں پر بھی عتاب کیا ہے، حالاں کہ وہ بت پرست نہ تھے۔ البتہ انبیاء اور اولیاء سے ایسا ہی معاملہ رکھتے تھے۔ فرمایا:

”انھوں نے اللہ کے بجائے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی! حالانکہ انھیں ایک ہی اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو مشرکوں کے شرک سے پاک اور بلند وبرتر ہے“۔ [التوبۃ:۳۱]۔

یعنی (یہود ونصاریٰ) اللہ کو تو سب سے بڑا مالک جانتے ہیں اور اس سے چھوٹے دوسرے مالکوں کے بھی قائل ہیں، جو ان کے مولوی اور درویش ہیں۔ حالانکہ انھیں اس بات کا حکم نہیں ملا، وہ (سراسر) شرک کر رہے ہیں۔ اللہ پاک تو تن تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، سب اس کے بے بس بندے ہیں اور بے بسی میں برابر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اسمان وزمین کا ایک ایک شخص رحمن کے سامنے غلامانہ حیثیت میں انے والا ہے۔ رب نے انھیں شمار کر رکھا ہے اور ایک ایک کو گن رکھا ہے۔ اور سارے اس کے سامنے فردا فردا انے والے ہیں"۔[مریم:۹۳-۹۵]۔

یعنی انسان ہو یا فرشتہ اللہ کا غلام ہے۔ اللہ کے سامنے اس کا اس سے زیادہ رتبہ نہیں، یہ اللہ کے قبضے میں ہے اور عاجز و بے بس ہے، اس کے اختیار میں کچھ نہیں، سب کچھ مالک الملک کے اختیار میں ہے۔ وہی سب پر قابض و متصرّف ہے۔ کسی کو کسی کے قبضے میں نہیں دیتا۔ وہاں نہ کوئی کسی کا وکیل بنے گا اور نہ حمایتی۔

قرآن پاک میں ان مضامین کے سلسلے میں سینکڑوں آیتیں ہیں لیکن ہم نمونے کے طور پر چند آیتیں لکھ دی ہیں، جس شخص نے انھیں سمجھ لیا وہ ان شاء اللہ توحید اور شرک کو اچھی طرح سمجھ جائے گا۔

دوسرا باب: شرک کی قسمیں:

اب یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ پاک نے کون کون سی چیزیں اپنی ذات کے لیے مخصوص فرمائی ہیں تاکہ ان میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ ایسی چیزیں بے شمار ہیں، ہم یہاں چند چیزوں کو بیان کر کے قرآن وحدیث سے ثابت کریں گے تاکہ لوگ ان کی مدد سے دوسری باتیں سمجھ لیں۔

اشیائے کائنات کا علم صرف اللہ تعالی کی خاصیت ہے:

ا-**علم میں شرک:** پہلی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالی بحیثیتِ علم ہر جگہ حاضر وناظر ہے یعنی اس کا علم ہر چیز کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر چیز سے ہر وقت باخبر ہے۔ خواہ وہ چیز دور ہو یا قریب، پوشیدہ ہو یا ظاہر، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہو یا سمندروں کی تہ میں۔ یہ اللہ ہی کی شان ہے، کسی اور کی یہ شان نہیں۔ اگر کوئی اٹھتے بیٹھتے کسی غیر اللہ کا نام لے یا دور ونزدیک سے اسے پکارے کہ وہ اس کی مصیبت رفع کر دے یا دشمن پر اس کا نام پڑھ کر حملہ کرے یا اس کے نام کا ختم پڑھے یا اس کے نام کا ورد رکھے یا اس کا تصور ذہن میں جمائے اور یہ عقیدہ رکھے کہ جس وقت میں زبان سے اس کا نام لیتا ہوں یا دل میں تصور یا اس کی صورت کا خیال کرتا ہوں یا اس کی قبر کا دھیان کرتا ہوں تو اس کو خبر ہوتی ہے، میری کوئی بات اس سے چھپی ہوئی نہیں۔ اور مجھ پر جو حالات گزرتے ہیں جیسے بیماری وصحت، فراخی وتنگی، موت وحیات اور غم ومسرت۔ اس کو ان سب کی ہر وقت خبر رہتی ہے۔ جو بات میری زبان سے نکلتی ہے وہ اسے سن لیتا ہے اور میرے دل کے خیالات اور تصورات سے واقف رہتا ہے، ان تمام باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔

یہ شرک فی العلم ہے یعنی حق تعالی جیسا علم غیر اللہ کے لیے ثابت کرنا بلاشبہ اس عقیدہ سے انسان مشرک ہو جاتا ہے، خواہ یہ عقیدہ کسی بڑے سے بڑے انسان کے متعلق رکھے یا مقرب سے

مقرب فرشتے کے بارے میں، چاہے ان کا یہ علم ذاتی سمجھا جائے یا اللہ کا عطا کیا ہوا، ہر صورت میں شرکیہ عقیدہ ہے۔

تصرف وقدرتِ کاملہ اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے:

۲-تصرف میں شرک: کائنات میں ارادہ سے تصرف واختیار کرنا، حکم چلانا، خواہش سے مارنا اور زندہ کرنا فراخی وتنگی، تندرستی وبیماری، فتح وشکست، اقبال وادبار (عروج وزوال)، مرادیں برلانا، بلائیں ٹالنا، مشکل میں دستگیری کرنا اور وقت پڑنے پر مدد کرنا، یہ سب کچھ اللہ ہی کی شان ہے۔ کسی غیر اللہ کی یہ شان نہیں، خواہ وہ کتنا ہی بڑا انسان یا فرشتہ کیوں نہ ہو۔ پھر جو شخص اللہ کے بجائے کسی اور میں ایسا تصرف ثابت کرے، اس سے مرادیں مانگے اور اسی غرض سے اس کے نام کی منت مانے یا قربانی کرے اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے کہ وہ اس کی بلائیں ٹال دے، ایسا شخص مشرک ہے اور اس کو شرک فی التصرف کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ کا سا تصرف غیر اللہ میں مان لینا شرک ہے، خواہ وہ ذاتی مانا جائے یا اللہ کا دیا ہوا، ہر صورت میں یہ عقیدہ شرکیہ ہے۔

عبادت کے اعمال اور شعائر اللہ کے ساتھ خاص ہیں:

۳-عبادت میں شرک: اللہ تعالیٰ نے بعض کام اپنی عبادت کے لے مخصوص فرمادیے ہیں، جن کو عبادات کہا جاتا ہے، جیسے سجدہ، رکوع، ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، اللہ کے نام پر خیرات کرنا، اس کے نام کا روزہ رکھنا اور اس کے مقدس گھر کی زیارت کے لیے دور دور سے سفر کر کے آنا اور ایسی ہیئت میں آنا کہ لوگ پہچان جائیں کہ یہ زائرین حرم ہیں۔ راستے میں اللہ ہی کا نام پکارنا، نامعقول باتوں سے اور شکار سے بچنا، پوری احتیاط سے جا کر اس کے گھر کا طواف کرنا، اس کی طرف سجدہ کرنا، اس کی طرف قربانی کے جانور لے جانا، وہاں منتیں ماننا، کعبہ پر غلاف چڑھانا، کعبہ کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعائیں

مانگنا، دین و دنیا کی بھلائیاں طلب کرنا، حجر اسود کو چومنا، کعبہ کی دیوار سے منہ اور چھاتی لگانا، اس کا غلاف پکڑ کر دعا مانگنا، اس کے چاروں طرف روشنی کرنا، اس میں خادم بن کر رہنا، چھوڑ دینا، حاجیوں کو پانی پلانا، وضو کے لیے غسل کے لیے پانی مہیا کرنا، اب زم زم کو تبرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا، سیر ہو کر پینا، آپس میں تقسیم کرنا، عزیز و اقارب کے لیے لے جانا، اس کے آس پاس کے جنگل کا ادب و احترام کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، جانور نہ چرانا۔

یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے طور پر مسلمانوں کو بتائے ہیں۔ پھر اگر کوئی شخص نبی کو یا ولی کو یا بھوت و پریت کو یا جن و پری کو یا کسی سچی یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان یا چلے کو یا کسی کے مکان و نشان کو یا کسی کے تبرک و تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے لیے روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جائے یا چڑھاوا چڑھائے یا ان کے نام کا جھنڈا لگائے یا جاتے وقت الٹے پاؤں چلے یا قبر کو چومے یا قبروں یا دیگر مقامات کی زیارت کے لیے دور سے سفر کر کے جائے یا وہاں چراغ جلائے اور روشنی کا انتظام کرے یا ان کی دیواروں پر غلاف چڑھائے یا قبر پر چادر چڑھائے یا مور چل جھلے یا شامیانہ تانے یا ان کی چوکھٹ کا بوسہ لے یا ہاتھ باندھ کر دعائیں مانگے یا مرادیں مانگے یا مجاور بن کر خدمت کرے یا اس کے اس پاس کے جنگل کا ادب کرے، غرض اس قسم کا کوئی کام کرے تو اس نے کھلا شرک کیا اس کو شرک فی العبادت کہتے ہیں۔ یعنی غیر اللہ کی تعظیم اللہ کی سی کرنا، خواہ یہ عقیدہ ہو کہ وہ ذاتی اعتبار سے ان تعظیموں کے لائق ہے یا اللہ ان کی اس طرح تعظیم کرنے سے خوش ہوتا ہے اور اس کی تعظیم کی برکت سے بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ ہر صورت میں یہ شرکیہ عقیدہ ہے۔

بندگی کے لیے تعظیم اللہ کے ساتھ خاص ہے:

۴۔ روز مرہ کے کاموں میں شرک: حق تعالی نے بندوں کو یہ ادب سکھایا ہے کہ وہ دنیاوی کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اس کی تعظیم بجالائیں تاکہ ایمان بھی سنور جائے اور کاموں میں برکت بھی ہو جیسے مصیبت کے وقت اللہ کی نذر مان لینا اور مشکل کے وقت اسی کو پکارنا اور کام شروع کرتے وقت برکت کے لیے اسی کا نام لینا۔ اگر اولاد ہو تو اس نعمت کے شکریہ کے لیے اس کے نام پر جانور ذبح کرنا۔ اولاد کا نام عبد اللہ عبد الرحمن الٰہی بخش، اللہ دیا امۃ اللہ اور اللہ دی وغیرہ رکھنا۔ کھیتی کی پیداوار میں تھوڑا سا گلہ اس کے نام کا نکالنا۔ پھلوں میں سے کچھ پھل اس کے نام کے نکالنا۔ جانوروں میں سے کچھ جانور اللہ کے نام کے مقرر کرنا اور اس کے نام کے جو جانور بیت اللہ کو لے جائے جائیں ان کا ادب واحترام بجالانا۔ یعنی نہ ان پر سوار ہو نا نہ انھیں لادنا۔ کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے میں اللہ کے حکم پر چلنا۔ جن چیزوں کے استعمال کا حکم ہے، صرف انھیں استعمال کرنا اور جن کی ممانعت ہے ان سے باز رہنا۔ دنیا میں گرانی اور ارزانی، صحت و بیماری، فتح و شکست، اقبال وادبار (عروج و زوال) اور رنج و مسرت جو کچھ بھی پیش آتا ہے، سب کو اللہ کے اختیار میں سمجھنا۔ ہر (اچھے) کام کا ارادہ کرتے وقت ان شاء اللہ کہنا، مثلاً یوں کہنا کہ ان شاء اللہ ہم فلاں کام کریں گے۔ اللہ تعالی کے اسمِ گرامی کو اس عظمت کے ساتھ لینا جس سے اس کی تعظیم نمایاں ہو اور اپنی غلامی کا اظہار ہوتا ہو، جیسے یوں کہنا: ہمارا رب، ہمارا مالک، ہمارا خالق، ہمارا معبود وغیرہ۔ اگر کسی موقع پر قسم کھانے کی ضرورت پڑ جائے تو اسی کے نام کی قسم کھانا، یہ تمام باتیں اور اسی قسم کی دیگر باتیں اللہ پاک نے اپنی تعظیم ہی کے واسطے مقرر فرمائی ہیں۔

پھر جو کوئی اسی قسم کی تعظیم غیر اللہ کی کرے، مثلاً کام رکا ہوا ہو یا بگڑ رہا ہو اس کو چالو کرنے یا سنوارنے کے لیے غیر اللہ کی نذر مان لی جائے۔ اولاد کا نام عبد النبی، امام بخش، پیر بخش رکھا جائے۔ کھیت و باغ کی پیداوار میں ان کا حصہ رکھا جائے۔ جب پھل تیار ہو کر آئیں تو پہلے ان کے نام کا حصہ الگ کر دیا جائے، تب اسے استعمال میں لایا جائے۔ جانوروں میں ان کے نام کے جانور مقرر کر دیئے جائیں،

پھر ان کا ادب واحترام بجالایا جائے۔ انھیں پانی یا چارے سے نہ ہٹایا جائے، انھیں لکڑی یا پتھر سے نہ مارا جائے اور کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے میں رسموں کا خیال رکھا جائے کہ فلاں فلاں لوگ فلاں فلاں کھانا نہ کھائیں فلاں فلاں کپڑا نہ پہنیں، بی بی کی صحنک مرد نہ کھائیں، لونڈی نہ کھائے اور شوہر والی عورت نہ کھائے، شاہ عبدالحق کا توشہ حقہ پینے والا نہ کھائے، دنیا کی بھلائی برائی کو انہیں کی طرف منسوب کیا جائے کہ:

فلاں فلاں ان کی لعنت میں گرفتار ہے، (اسی لیے) پاگل ہو گیا ہے۔ فلاں محتاج ہے، انہی کا دھتکارا ہوا تو ہے اور دیکھو فلاں کو انھوں نے نوازا تھا آج سعادت واقبال اس کے پاؤں چوم رہے ہیں۔ (فلاں جگہ) فلاں تارے کی وجہ سے قحط آیا۔ فلاں کام فلاں دن فلاں ساعت میں شروع کیا گیا تھا اس لیے پورا نہ ہوا۔ یا یہ کہا جائے کہ اگر اللہ اور رسول چاہے گا تو میں آؤں گا یا پیر صاحب کی مرضی ہو گی تو یہ بات ہو گی یا گفتگو میں (غیر اللہ کے لیے) داتا، بے پرواہ، خداوند خدائیگان، مالک الملک اور شہنشاہ جیسے الفاظ استعمال کیے جائیں۔ قسم کی ضرورت پڑ جائے تو نبی یا قرآن کی یا علی رضی اللہ عنہ کی یا امام و پیر کی یا انکی قبروں یا اپنی جان کی قسم کھائی جائے۔ ان تمام باتوں سے شرک پیدا ہوتا ہے اور اس کو "شرک فی العادت" کہتے ہیں۔ یعنی عام کاموں میں جیسی اللہ تعالی کی تعظیم کرنی چاہیے، ویسی غیر اللہ کی تعظیم کی جائے۔

شرک کی ان چاروں قسموں کا قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ بیان آیا ہے، لہذا ہم نے یہ مسائل آئندہ پانچ ابواب میں ذکر کیے ہیں۔

فصلِ اول: (شرک کی برائی اور توحید کی خوبیاں) شرک معاف نہیں ہو سکتا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"بے شک اللہ پاک اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو معاف نہیں فرماتا اور اس کے سوا جسے چاہے معاف فرمادے اور جس نے شرک کیا وہ (سیدھی) راہ سے بہت دور بھٹک گیا"۔ النساء:۱۱۶۔

شرک اور سارے گناہ کے درمیان فرق: یعنی اللہ کی راہ سے بھٹکنا یہ بھی ہے کہ انسان حلال و حرام میں تمیز نہ کرے، چوری کرے، بیکاری میں مبتلا رہے، نماز روزہ چھوڑ بیٹھے، بیوی بچوں کی حق تلفی کرنے لگے، ماں باپ کی نافرمانی پر تلا رہے۔۔ لیکن جو شرک کی دلدل میں پھنس گیا وہ راہ سے زیادہ بھٹک گیا، کیوں کہ وہ ایک ایسے گناہ میں مبتلا ہو گیا جس کو حق تعالیٰ بلا توبہ کبھی معاف نہیں فرمائے گا جب کہ دوسرے گناہوں کو شاید اللہ تعالیٰ بلا توبہ معاف فرمادے۔ معلوم ہوا کہ شرک ناقابل عفو (معافی) جرم ہے، اس کی سزا قطعی مل کر رہے گی۔ اگر انتہائی درجہ کا شرک ہے جس سے انسان کافر ہو جاتا ہے، تو اس کی سزا ابدی جہنم ہے۔ نہ اس سے نکالا جائے گا اور نہ اس میں اسے چین اور آرام میسر آئے گا۔ اور جو کم درجے کے شرک ہیں، ان کی سزا حق تعالیٰ کے ہاں جو مقرر ہے وہ ضرور ملے گی۔ جب کہ دیگر گناہوں کی، حق تعالیٰ کے ہاں جو سزائیں مقرر ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہیں، خواہ وہ دے یا نہ دے۔

شرک کی مثال: یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ اس کو اس مثال سے سمجھو، مثلاً بادشاہ کے یہاں رعیت کے لیے ہر قسم کی سزائیں مقرر ہیں۔ مثلاً چوری، ڈکیتی، پہرہ دیتے دیتے سو جانا، دربار میں دیر سے پہنچنا، میدان جنگ سے بھاگ آنا، اور سرکار کے پیسے پہنچانے میں کوتاہی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب جرموں کی سزائیں مقرر ہیں۔ اب بادشاہ کی مرضی ہے، چاہے تو سزا دے اور چاہے معاف کر دے۔ لیکن بعض جرائم ایسے ہوتے ہیں جن سے بغاوت ظاہر ہوتی ہے مثلاً کسی امیر کو یا

وزیر کو یا چودھری کو یا رئیس کو یا بھنگی کو یا چمار کو بادشاہ کی موجودگی میں بادشاہ بنادیا جائے، تو اس قسم کی حرکت بغاوت ہے۔ یا ان میں سے کسی کے واسطے تاج یا تخت شاہی بنایا جائے یا اسے ظل سبحانی کہا جائے یا اس کے سامنے شاہانہ آداب بجالائے جائیں یا اس کے لیے ایک جشن کا دن ٹھہرایا جائے اور بادشاہ کی سی نذر دی جائے۔ یہ جرم تمام جرموں سے بڑا ہے اور اس جرم کی سزا یقینا ملنی چاہیے۔ جو بادشاہ اس قسم کے جرائم کی سزاؤں سے غفلت برتتا ہے، اس کی سلطنت کمزور ہوتی ہے۔ ارباب دانش اس قسم کے بادشاہ کو نااہل کہتے ہیں۔

لوگو! اس مالک الملک غیرت مند بادشاہ سے ڈر جاؤ، جس کی طاقت کا حدود و شمار نہیں۔ وہ اعلیٰ درجے کا غیرت والا ہے۔ بھلا وہ مشرکوں کو کیوں سزا نہ دے گا اور بلا سزا انھیں کیوں کر چھوڑ دے گا؟ اللہ تعالی تمام مسلمانوں پر رحم فرمائے اور انھیں شرک جیسی خطرناک افت سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

(شرک ایک طرح کا ظلم ہے، کسی چیز کو اس کی جگہ نہ رکھنا ظلم ہے): شرک سب سے بڑا عیب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اور جب لقمان علیہ السلام نے نصیحت کرتے وقت اپنے بیٹے سے کہا، بیٹا! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، یقیناً شرک بڑا (بھاری) ظلم ہے“۔ [لقمان:۱۳]۔

یعنی اللہ پاک نے حضرت لقمان علیہ السلام کو بصیرت عطا فرمائی تھی۔ انھوں نے عقل سے معلوم کیا کہ کسی کا حق کسی کو دے دینا بڑی بے انصافی ہے۔ پھر جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دے دیا، اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل شخص کو دے دیا، کیوں کہ اللہ سب سے

بڑا ہے اور اللہ کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غلامانہ حیثیت ہے، جیسے کوئی تاج شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے، بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا بے انصافی ہو گی۔

یقین مانو کہ ہر شخص، خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب فرشتہ، اس کی حیثیت شان الوہیت کے مقابلے پر ایک چمار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ معلوم ہوا کہ جس طرح شریعت نے شرک کو بڑا بھاری گناہ بتایا، اسی طرح عقل بھی اس کو بڑا گناہ مانتی ہے۔ شرک تمام عیبوں سے بڑا عیب ہے۔ سچی بات یہی ہے، کیوں کہ انسان میں سب سے بڑا عیب یہی ہے کہ وہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے۔ پھر اللہ سے بڑھ کر بڑا کون ہو سکتا ہے۔ اور شرک اس کی شان میں (بدترین) بے ادبی ہے۔ یعنی تمام رسول، اللہ کے پاس سے یہی حکم لے کر آئے کہ صرف اللہ ہی کو مانا جائے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانا جائے۔ معلوم ہوا کہ توحید کا حکم اور شرک سے ممانعت تمام شریعتوں کا ایک متفقہ مسئلہ ہے، اس لیے صرف یہی راہ نجات ہے، باقی تمام راہیں غلط ہیں۔

توحید ہی راہ نجات ہے: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”اور آپ (ﷺ) سے پہلے ہم نے جو رسول بھی بھیجا، ہم نے اس کو یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں، لہذا میری ہی عبادت کرو“۔ [الانبیاء: ۲۵]۔

(اللہ صرف اپنے لیے خالص عمل کو قبول کرتا ہے): اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار ہے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”حق تعالیٰ نے فرمایا: (میں شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے پرواہوں۔ جس نے کوئی ایسا عمل کیا، جس میں اس نے میرے ساتھ غیر کو شریک کیا، تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں اور اس سے بیزار ہو جاتا ہوں)“۔

یعنی جس طرح اور لوگ اپنی مشترک چیز آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، میں اس طرح نہیں کرتا، کیوں کہ میں (ہر قسم کے اشتراک سے) بے نیاز و بے پرواہ ہوں۔ جس نے میرے لیے عمل کیا اور اس میں غیر کو بھی شریک کر لیا تو میں اپنا حصّہ بھی نہیں لیتا، بلکہ سارا عمل دوسرے ہی کے لیے چھوڑ دیتا ہوں اور اس سے بیزار ہو جاتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ کے واسطے کوئی عمل کرے اور وہی عمل کسی غیر اللہ کے واسطے کرے، تو اس نے شرک کیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکوں کی عبادت جو اللہ کے لیے کی جائے، نا قابل قبول ہے، حق تعالیٰ اس سے بیزار ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس آیت:

"اور جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد نکالی اور ان سے اقرار کروایا (یعنی ان سے پوچھا) کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے: کیوں نہیں! ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا رب ہے) یہ ہم نے اقرار اس لیے کروایا کہ کہیں تم قیامت کے روز کہنے لگو کہ ہم تو اس بات سے غافل تھے، یا کہنے لگو کہ ہمارے باپ دادا نے پہلے سے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کی اولاد تھے (جو) ان کے بعد (پیدا ہوئے) تو کیا جو کام اہلِ باطل کرتے رہے اس کے بدلے تو ہمیں ہلاک کرتا ہے"۔ [الاعراف: ۱۷۲]۔
کی تفسیر میں فرمایا کہ:

"اللہ پاک نے اولادِ آدم کو جمع فرمایا، پھر انھیں جوڑا جوڑا بنایا، پھر ان کی صورتیں بنائیں، پھر انھیں قوّتِ گویائی بخشی۔ جب وہ بولنے لگے تو ان سے عہد و پیمان لیا اور ان پر خود ان ہی کو گواہ بنا کر فرمایا: کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے جواب دیا کہ: بے شک آپ ہمارے رب ہیں۔ فرمایا: میں ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو تم پر گواہ بناتا ہوں اور تمہارے باپ آدم کو بھی، (کہیں قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو) کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔

یقین مانو کہ نہ میرے سوا کوئی معبود ہے اور نہ کوئی رب ہے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا، میں تمھارے پاس اپنے رسول بھیجتا رہوں گا جو تمھیں میرا یہ عہد وپیمان یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں اتاروں گا۔ سب نے جواب دیا کہ ہم اقرار کر چکے ہیں کہ آپ ہمارے رب اور معبود ہیں، آپ کے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے، نہ آپ کے علاوہ کوئی ہمارا معبود ہے"۔(مسند احمد)۔

شرک سند نہیں بن سکتا: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ پاک نے تمام اولادِ آدم کو ایک جگہ جمع فرمایا، پھر ان کے جوڑے جوڑے لگائے، مثلاً پیغمبروں کو، اولیاء کو، شہیدوں کو، نیک لوگوں کو، فرمانبرداروں کو، نافرمانوں کو اور سب کو علیحدہ علیحدہ کیا۔ اسی طرح یہودیوں کو، عیسائیوں کو، مشرکوں کو اور ہر ایک دین والے کو جدا جدا کیا۔ پھر جس کسی کو دنیا میں جو صورت دینی تھی اسی صورت میں اسے وہاں ظاہر فرمایا، کسی کو خوبصورت، کسی کو بدصورت، کسی کو بینا، کسی کو نابینا، کسی کو ناطق، کسی کو گونگا اور کسی کو لنگڑا۔ پھر انھیں قوّتِ گویائی بخشی اور ان سے پوچھا: "کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟" آخر سب نے اس کے رب ہونے کا اقرار کیا۔ پھر ان سے یہ عہد وپیمان لیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم اور مالک نہ سمجھنا اور میرے سوا کسی کو معبود نہ ماننا۔ ان سب نے عہد وپیمان کیا، تو حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام، ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو گواہ بنایا اور فرمایا کہ تمھارے اس اقرار کو یاد دلانے کے لیے پیغمبر آئیں گے اور اپنے ساتھ آسمانی کتابیں بھی لائیں گے۔ روزِ ازل ہر شخص تنہا تنہا توحید کا اقرار اور شرک سے انکار کرایا ہے، لہذا شرک میں کسی کو بطورِ نظیر نہ پیش کیا جائے، نہ پیر و فقیر کو، نہ شیخ کو، نہ باپ دادا کو، نہ بادشاہ کو، نہ مولوی کو اور نہ بزرگ کو۔

بھول کا عذر قبول نہ ہو گا: اگر کوئی یہ خیال کرے کہ دنیا میں آکر ہمیں وہ اقرار یاد نہیں رہا، اب اگر ہم شرک کریں تو ہماری پکڑ نہ ہو گی، کیوں کہ بھول میں پکڑ نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کو بہت سی باتیں یاد نہیں رہتیں، لیکن معتبر اشخاص کے یاد دلانے پر یقین آجاتا ہے۔ مثلاً کسی کو اپنی تاریخِ

ولادت یاد نہیں، پھر لوگوں سے سن کر یقین سے کہتا ہے کہ میری تاریخِ ولادت فلاں سن، فلاں دن اور فلاں ساعت ہے۔ لوگوں سے سن کر ہی ماں باپ کو پہچانتا ہے، کسی اور کو ماں نہیں سمجھتا، اگر کوئی اپنی ماں کا حق ادا نہ کرے اور کسی اور کو ماں بتا دے، تو دنیا اس پر تھوکے گی، اور اگر وہ یہ جواب دے کہ بھلے آدمیو! مجھے تو اپنا پیدا ہونا یاد نہیں کہ میں اس کو ماں سمجھوں، تم بلاوجہ مجھے برا کہہ رہے ہو، تو لوگ اسے پرلے درجے کا بے وقوف اور بڑا ہی بے ادب سمجھیں گے۔ معلوم ہوا کہ جب عوام کے کہنے سے انسان کو بہت سی باتوں کا یقین ہو جاتا ہے، تو نبیوں کی تو شان ہی بڑی ہے، ان کے بتانے سے کس طرح یقین نہیں آ سکتا؟

رسولوں اور کتابوں کی بنیادی تعلیم: معلوم ہوا کہ توحید اختیار کرنے کی اور شرک سے بچنے کی عالمِ ارواح میں سب کو فرداً فرداً تاکید کر دی گئی ہے۔ تمام پیغمبر اسی کو یاد دلانے اور اسی عہد کی تجدید کے لیے بھیجے گئے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا فرمان عالی شان اور ایک سو چار الہامی کتابوں کا مرکزی علم اسی ایک نکتہ میں ہے کہ خبردار! توحید میں خلل نہ آنے دو اور شرک کے پاس بھی نہ پھٹکو، اللہ کے سوا کسی کو حاکم اور متصرف نہ سمجھو، نہ غیر اللہ کو مالک مانو کہ اس سے اپنی مرادیں مانگو اور اس کے پاس مرادیں لے آؤ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر، خواہ تجھے مار ڈالا جائے یا جلا دیا جائے“۔

یعنی اللہ کے سوا کسی کو اپنا معبود تسلیم نہ کر اور اس بات کی پرواہ نہ کر کہ کوئی جن یا شیطان تجھے ستائے گا۔ جس طرح مسلمانوں کو ظاہری مصائب پر صبر کرنا چاہیے اور ان کے ڈر سے اپنا ایمان نہیں بگاڑنا چاہیے، اسی طرح باطنی تکلیفوں (جن بھوت وغیرہ کی ایذاؤں) پر بھی صبر سے کام لینا چاہیے۔ ان

سے ڈر کر اپنے ایمان کو بگاڑنا نہیں چاہیے۔ بلکہ یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ ہر چیز خواہ تکلیف ہو یا آرام، اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی کبھی ایمان والوں کی آزمائش فرماتا ہے، مومن کو بقدر ایمان آزمایا جاتا ہے۔ کبھی بروں کے ہاتھوں سے نیکوں کو تکلیفیں پہچائی جاتی ہیں، تا کہ مخلصوں اور منافقوں میں تمیز ہو جائے۔ لہذا جس طرح بظاہر پارساؤں کو نافرمانوں سے اور مسلمانوں کو کافروں سے اللہ کے ارادے سے تکلیفیں پہنچ جاتی ہیں اور وہ صبر ہی سے کام لیتے ہیں، تکلیفوں سے گھبرا کر ایمان نہیں بگاڑتے، اسی طرح کبھی کبھی نیک لوگوں کو جنوں اور شیطانوں سے اللہ کے ارادے سے تکلیف پہنچ جاتی ہے۔ لہذا اس پر صبر و تحمل سے کام لیا جائے اور تکلیف کے اندیشے سے انھیں ہر گز نہیں ماننا چاہیے۔

معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص شرک سے متنفر ہو کر غیر اللہ کو چھوڑ دے، ان کی نذر و نیاز کی مذمّت کرے اور غلط رسموں کو مٹائے، پھر اس راہ میں اس کو کچھ مالی یا جانی نقصان پہنچ جائے یا کوئی شیطان اسے کسی پیر و شہید کے نام سے ستانے لگے، تو وہ یہ سمجھ لے کہ اللہ میرا آزمارہا ہے۔ اس لیے اسے خندہ پیشانی سے سہ لینا چاہئے اور ایمان پر قائم رہنا چاہیے۔ یاد رکھو! جس طرح اللہ ظالموں کو ڈھیل دے کر پکڑتا ہے اور مظلوموں کو ان کے پنجۂ استبداد سے چھڑاتا ہے، اسی طرح ظالم جنوں کو بھی وقت آنے پر پکڑے گا اور پرستاران توحید کو ان کے ظلم سے نجات بخشے گا۔

(غلام کا دوسرے کی طرف مائل ہونا بے غیرتی اور غداری ہے:)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "تو کسی کو اللہ جیسا سمجھ کر پکارے حالانکہ اس (اللہ) نے تجھے پیدا کیا ہے"۔

یعنی جس طرح اللہ کو (اس کے علم و قدرت کے لحاظ سے) حاضر و ناظر سمجھا جاتا ہے اور کائنات کا تصرف اسی کے قبضے میں بتایا جاتا ہے، اسی وجہ سے ہر مشکل کے وقت اسے پکارا جاتا ہے، اسی طرح غیر اللہ کو اسی صفت سے متصف مان کر پکارنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ اس لیے کہ کسی میں بھی حاجت برلانے کی اور ہر جگہ حاضر و ناظر رہنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

علاوہ ازیں جب ہمارا خالق اللہ ہے تو ہمیں اپنے مشکل اوقات میں اسی کو پکارنا چاہیے، کسی اور سے کیا واسطہ۔ جیسے کوئی کسی بادشاہ کا غلام ہو گیا تو وہ اپنی ہر ضرورت اپنے بادشاہ ہی کے پاس لے جائے گا، اسے دوسرے بادشاہوں سے کیا واسطہ۔ کسی بھنگی، چمار کا تو ذکر ہی کیا ہے! اور یہاں تو کوئی دوسرا ہے ہی نہیں، جو اللہ کے مقابلے کا ہو۔ پھر دوسرے کے پاس ضرورت کو لے جانا نادانی نہیں تو اور کیا ہے؟

(موحّد اپنے گناہ سے توبہ کرے تو اللہ اس کو معاف کرے گا لیکن مشرک عابد کی توبہ کبھی قبول نہ ہو گی:)

توحید اور مغفرت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”حق تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم کے بیٹے! اگر تو دنیا بھر کے گناہ ساتھ لے کر مجھ سے ملے، مگر میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا ہو، تو میں دنیا بھر کی بخشش کے ساتھ تجھ سے ملوں گا“۔

یعنی دنیا میں بڑے بڑے گنہگار لوگ گزرے ہیں، جن میں فرعون وہامان وغیرہ تھے اور شیطان بھی اس دنیا میں ہے۔ ان تمام گناہ گاروں سے دنیا میں جس قدر گناہ ہوئے اور قیامت تک ہوں گے۔ اگر بفرض محال ایک شخص کر گزرے، لیکن شرک سے پاک ہو (اگر اللہ چاہے) تو جس قدر اس کے گناہ ہیں، اسی قدر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اس پر نازل ہو جائی گی۔ معلوم ہوا کہ توحید کی برکت

سے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، جس طرح شرک کی نحوست سے سارے اچھے عمل غارت کر دیے جاتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جب انسان شرک سے ہر طرح پاک وصاف ہو گا اور اس کا یہ عقیدہ ہو گا کہ اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں، اس کی حکومت سے کہیں بھاگ کر جانے کی جگہ نہیں، اللہ تعالی کے نافرمانوں کو کوئی پناہ دینے والا نہیں، اس کے سامنے سب بے بس ہیں، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا، اس کے سامنے کسی کی حمایت کام نہیں آتی اور کوئی کسی کی سفارش اس کی اجازت کے بغیر نہ کر سکے گا۔ ان عقائد کے بعد اس سے جس قدر گناہ سرزد ہوں گے، بتقاضائے بشریت ہوں گے یا بھل چوک کر۔ پھر ان گناہوں کے بوجھ میں وہ دبا جا رہا ہو گا اور سخت بیزار ہو گا، ندامت کے مارے سر نہ اٹھا سکے گا۔ بلاشبہ ایسے شخص پر رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے، جیسے جیسے یہ گناہ بڑھتے جائیں گے ویسے ویسے اس کی ندامت کی کیفیت بڑھتی جائے گی اور جوں جوں یہ کیفیت بڑھے گی اللہ کی رحمت بڑھتی جائے گی۔ یہ نکتہ یاد رکھو کہ جو توحید میں پکا ہے، اس کا گناہ بھی وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کی عبادت نہیں کرتی۔ ایک فاسد موحّد، متقی مشرک سے ہزار درجے اچھا ہے، جیسے ایک مجرم رعیتی، باغی، خوشامدی سے ہزار درجے اچھا ہے۔ کیوں کہ پہلا اپنے قصور پر نادم ہے اور دوسرا مغرور۔

فصل دوم: شرک فی العلم کی تردید

حواسِ خمسہ اور عقل اللہ کی جانب سے بندے کے لیے ایک نعمت ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے: ”اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں“۔ [الانعام:۵۹]۔

یعنی اللہ پاک نے انسان کو ظاہری چیزیں معلوم کرنے کے لیے کچھ چیزیں دی ہیں، مثلاً دیکھنے کے لیے آنکھ، سننے کے لیے کان، سونگھنے کو ناک، چکھنے کو زبان، ٹٹولنے کو ہاتھ، سمجھنے کو عقل بخشی ہے۔ پھر یہ چیزیں انسان کے قبضہ و اختیار میں دے دی ہیں کہ جب چاہے ان سے کام لے سکے مثلاً آنکھ سے دیکھنا چاہا، آنکھیں کھول دی، نہ چاہا بند کر لی، اسی پر ہر ایک عضو کو قیاس کر لیں تو گویا اللہ تعالی نے انسانوں کو ظاہری چیزیں معلوم کرنے کی کنجیاں دے دی ہیں، جیسے کنجی والے ہی کے اختیار میں تالے کو کھولنا یا نہ کھولنا ہے، اسی طرح ظاہری چیزوں کا معلوم کرنا انسان کے اختیار میں ہے چاہے معلوم کرے یا نہ کرے۔

علم غیب صرف اللہ تعالی کو ہے: اس کے برعکس غیب کا معلوم کرنا انسان کے اختیار سے باہر ہے، اس کی کنجیاں حق تعالی نے اپنے پاس رکھی ہیں۔ کسی بڑے سے بڑے انسان یا مقرب ترین فرشتے کو بھی غیب کے معلوم کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا کہ جب چاہیں اپنی مرضی سے غیب معلوم کر لیں اور جب چاہیں نہ کریں۔ بلکہ اللہ پاک اپنی مرضی سے کبھی کسی کو غیب کی جس قدر بات بتانا چاہتا ہے بتا دیتا ہے۔ یہ غیب کا بتا دینا اللہ کے ارادے پر موقوف ہے، کسی کی خواہش پر نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ آپ ﷺ کو کوئی بات دریافت کرنے کی خواہش ہوئی مگر وہ بات آپ ﷺ کو معلوم نہ ہو سکی پھر جب ارادۂ الٰہی ہوا تو فوراً بتا دی گئی۔

چنانچہ عہدِ رسالت میں منافقوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا، اس سے آپ ﷺ کو سخت صدمہ ہوا۔ آپ ﷺ نے کئی دنوں تک معاملہ کی کرید کی، مگر کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ پھر جب حق تعالی نے چاہا تو وحی بھیج کر بتا دیا کہ منافق کذاب ہیں، صدیقہ پاک دامنہ ہیں۔ اب ایک مسلمان موحّد کا یہ عقیدہ ہونا ضروری ہے کہ اللہ نے غیب کے خزانوں کی کنجیاں اپنے ہی پاس رکھی ہیں، ان خزانوں کا کسی کو خزانچی نہیں بنایا۔ وہ خود اپنے ہاتھ سے قفل کھول کر جس کو جس قدر چاہے دے دے اس کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے؟

علم غیب کا مدعی جھوٹا: اس سے معلوم ہوا کہ جو یہ دعویٰ کرے کہ میں ایسا علم جانتا ہوں جس سے غیب معلوم کر لیتا ہوں اور ماضی و مستقبل کی باتیں بتا سکتا ہوں، وہ جھوٹا ہے اور الوہیت کا دعوی کرتا ہے۔ اگر کسی نبی یا ولی یا جن یا فرشتے یا امام یا بزرگ یا پیر یا شہید یا نجومی یا رمال یا جفار یا فال کھولنے والا یا پنڈت یا بھوت پریت یا پریوں کو ایسا مان لیا جائے، تو ماننے والا مشرک ہوتا ہے اور مذکورہ ایت کا انکار کرتا ہے۔

اگر اتفاق سے کسی نجومی وغیرہ کی بات صحیح بھی ہو جائے تو اس سے ان کی غیب دانی ثابت نہیں ہوتی، کیوں کہ زیادہ تر ان کی باتیں غلط ہی ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ علمِ غیب ان کے بس کی بات نہیں۔ اٹکل کبھی ٹھیک اور کبھی غلط بھی ہو جاتا ہے۔ کہانت، کشف اور قرآن پاک سے فال لینے کا بھی یہی حال ہے۔

لیکن وحی کبھی غلط نہیں ہوتی کیونکہ وحی انبیاء کے اختیار میں نہیں۔ اللہ پاک اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا ہے بتا دیتا ہے، کسی کی خواہش پر وحی کا دارومدار نہیں۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

''آپ فرمادیں! اللہ کے سوا اسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے، غیب کی باتیں نہیں جانتا بلکہ وہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ (قبروں سے) کب اٹھائے جائیں گے''۔[النمل:٦٥]۔

یعنی غیب کو جاننا کسی کے بس کی بات نہیں، خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان یا فرشتہ ہی کیوں نہ ہو۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ دنیا جانتی ہے کہ قیامت آئے گی، لیکن یہ کسی کو خبر نہیں کہ کب آئے گی۔ اگر ہر چیز کا معلوم کرنا ان کے بس میں ہوتا تو (وہ) قیامت کے آنے کی تاریخ بھی معلوم کر لیتے۔

غیب کی باتیں: فرمانِ الٰہی ہے: ''بلاشبہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہی بارش برساتا ہے، وہی پیٹ کے بچے کو جانتا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا کمائے گا اور نہ یہ معلوم کہ کہاں مرے گا۔ (یاد رکھو) اللہ خوب جاننے والا اور بڑا خبردار ہے''۔[لقمان:٣٤]۔

چنانچہ قیامت کی خبر بھی، جس کا آنا عوام میں مشہور ہے اور یقینی ہے، کسی کو نہیں معلوم کہ کب آئے گی؟ پھر اور چیزوں کا تو کیا کہنا، مثلاً فتح و شکست کا، صحت و مرض کا اور اسی قسم کی دوسری باتوں کا کسی کو بھی علم نہیں۔ یہ باتیں نہ تو قیامت کی طرح مشہور ہیں اور نہ یقینی ہیں۔ اسی طرح بارش کی کسی کو خبر نہیں کہ کب ہوگی؟ حالانکہ موسم بھی مقرر ہے اور اکثر موسم میں بارش ہوتی بھی ہے۔ (پھر) اکثر لوگوں کو اس کی خواہش بھی رہتی ہے۔ اگر اس کا وقت کسی طرح معلوم ہو سکتا تو کسی نہ کسی کو ضرور معلوم ہو جاتا۔ پھر جو بے موسم کی چیزیں ہیں اور تمام لوگوں کی خواہش ان سے وابستہ بھی نہیں، مثلاً کسی شخص کی موت و حیات یا اولاد کا ہونا یا نہ ہونا یا مالدار و نادار ہونا یا فتح و شکست کا ہونا۔ ان چیزوں کی بھلا کسی کو کیسے خبر ہو سکتی ہے؟ پیٹ کے بچے کو بھی کوئی نہیں جانتا کہ ایک ہے یا ایک سے زیادہ، نر ہے یا مادہ، کامل ہے یا ناقص اور خوبصورت ہے یا بدصورت۔ حالانکہ حکماء ان تمام باتوں کے اسباب بتاتے ہیں، لیکن خصوصیت سے کسی کا حال معلوم نہیں۔

مثلاً خیالات، ارادے، نیتیں اور ایمان و نفاق کا حال! جب کوئی خود یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، تو وہ دوسروں کا حال کیسے جان سکتا ہے؟

تو پھر بھلا مرنے کا دن یا وقت کیسے جان سکتا ہے؟

بہر حال اللہ کے سوا کوئی آئندہ کی باتیں اپنے اختیار سے نہیں جانتا، معلوم ہوا کہ غیب دانی کا دعویٰ کرنے والے سب جھوٹے ہیں۔ کشف، کہانت، رمل، نجوم، جفر، فالیں سب جھوٹ، مکر اور شیطانی جال ہیں، مسلمانوں کو ان میں ہر گز نہیں پھنسنا چاہیے۔ (اگر کوئی شخص غیب دانی کا دعوی نہ کرے اور غیب کی بات معلوم کرنے کے اختیار کا بھی دعویٰ نہ کرے اور یہ دعویٰ کرے کہ حق تعالیٰ نے جو بات (بصورت خواب وغیرہ) مجھے بتائی ہے، وہ میرے اختیار میں نہ تھی کہ جب چاہتا، معلوم کرلیتا تو اس میں دونوں امکان ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ سچا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ جھوٹا ہو)۔

(مُردوں کو دُور یا نزدیک سے دعا کے لیے پکارنا اشراک فی العلم ہے)۔

اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہو گا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو پکار رہا ہے، جو قیامت تک بھی اس کی بات کا جواب نہ دے سکیں گے بلکہ وہ اس کی پکار ہی سے بے خبر ہیں"۔[الاحقاف:۵]۔

یعنی مشرک پرلے درجے کے بے وقوف ہیں کہ اللہ تعالیٰ جیسے قدرت و علم والے کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں، جو نہ تو ان کی پکار سنتے ہیں اور نہ کسی بات کی ان میں قدرت و سکت ہے۔ اگر یہ قیامت تک بھی پکارتے رہیں تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ بزرگوں کو دور سے پکارتے ہیں اور انھیں پکار کر صرف یہی کہتے ہیں کہ یا حضرت! آپ دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ ہماری حاجت پوری کر دے، یہ بھی شرک ہے۔ گو وہ اس وجہ سے اس کو شرک نہ سمجھتے ہوں کہ حاجت براری کی دعا تو اللہ

ہی سے کی گئی ہے۔ کیونکہ غائب شخص کو پکارنے کی وجہ سے اس میں شرک آیا کہ ان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھا گیا کہ وہ دور سے اور قریب سے سنتے ہیں۔ حالانکہ یہ الٰہی شان ہے اور اس آیت میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں، پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہی نہیں، گو وہ قیامت تک چیختا رہے۔

(نبی ﷺ کو علمِ غیب حاصل نہیں تھا)۔ **نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ ہے:** ارشادِ باری تعالی ہے:

”آپ فرمادیں کہ مجھے اپنے لیے بھلائی برائی کا اختیار نہیں، مگر جو اللہ کو منظور ہو۔ اگر میں غیب جانتا تو کثرت سے بھلائی جمع کر لیتا (یعنی اپنی حفاظت کا سامان پہلے سے کر لیتا) اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو صرف ایمان والوں کو ڈرانے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں“۔ [الاعراف:۱۸۸]۔

یعنی پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سر تاجِ انبیاء ہیں۔ آپ سے بڑے بڑے معجزے ظاہر ہوئے۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے دین کے اسرار و رموز سیکھے۔ لوگوں کو آپ کی راہ چلنے سے بزرگی نصیب ہوئی۔ اللہ پاک نے آپ ﷺ ہی سے فرمایا کہ لوگوں کے سامنے اپنا حال بیان فرمادیں کہ مجھے نہ تو کچھ قدرت حاصل ہے اور نہ ہی غیب دان ہوں۔ میری قدرت کا یہاں سے اندازہ لگاؤ کہ میں اپنی جان تک کے لیے نفع ونقصان کا مالک نہیں، دوسروں کو تو کیا بھلائی برائی پہنچا سکوں گا؟ اگر میں غیب دان ہوتا تو کام سے پہلے اس کا انجام معلوم کر لیا کرتا، اگر اس کام کا انجام برا معلوم ہوتا تو اس میں کبھی ہاتھ نہ ڈالتا۔

غیب دانی اللہ تعالیٰ کی شان ہے اور میں پیغمبر ہوں، پیغمبر کا صرف اتنا کام ہوتا ہے کہ وہ برے کاموں کے انجام سے خبردار کر دے اور نیک کاموں پر خوش خبری سنادے۔

لیکن یہ بات بھی انہی کو فائدہ پہنچاتی ہے جن کے دلوں میں یقین ہو اور یقین پیدا کرنا اللہ ہی کا کام ہے۔

انبیاء کا اصل کام: معلوم ہوا کہ انبیاء اور اولیاء میں اصل بڑائی یہی ہے کہ وہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور جن اچھے، برے کاموں سے واقف ہیں، ان سے لوگوں کو آگاہ کرتے ہیں۔ اللہ پاک نے ان کی تبلیغ میں تاثیر رکھی ہے۔ بہت لوگ ان کی تبلیغ سے سیدھی راہ پر آجاتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی بڑائی نہیں کہ انھیں تصرفِ عالم کی قدرت دی گئی ہو کہ جسے چاہیں مار ڈالیں یا زندہ کر دیں، یا بیٹا بیٹی دے دیں، یا بانجھ کر دیں، یا آئی بلا ٹال دیں، یا مرادیں بر لائیں، شکست دے دیں یا فتح سے ہمکنار کر دیں، یا تونگر بنا دیں، یا فقیر و قلاش کر دیں، یا کسی کو بادشاہ بنا دیں اور کسی کے ہاتھ میں کاسۂ گدائی دے دیں، یا کسی کو امیر یا وزیر بنا دیں اور کسی کو فقیر و حقیر کر دیں، کسی کے دل میں ایمان ڈال دیں یا کسی سے چھین لیں، کسی بیمار کو تندرست یا تندرست کو بیمار کر دیں، یہ اللہ ہی کی شان ہے اور اللہ تعالی کے سوا ہر چھوٹا، بڑا یہ کام کرنے سے عاجز ہے اور عجز میں سب برابر ہیں۔

انبیاء غیب داں نہیں: اسی طرح یہ کوئی بڑائی نہیں کہ اللہ تعالیٰ غیب کی کنجیاں انھیں دیدے کہ جب چاہیں کسی کے دل کی بات معلوم کر لیں یا جس غیب کی بات کو چاہیں معلوم کر لیں کہ فلاں کے ہاں اولاد ہو گی یا نہیں، تجارت میں فائدہ ہو گا یا نہیں، لڑائی میں فتح ہو گی یا شکست۔ ان باتوں سے سب چھوٹے بڑے یکساں بے خبر ہیں۔ پھر جس طرح کوئی بات عقل سے یا کسی قرینے سے کہہ دی جاتی ہے اور اسی طرح ہو جاتی ہے جس طرح کہی گئی تھی، اسی طرح یہ بڑے لوگ بھی جو بات عقل و قرینے سے کہہ دیتے ہیں، کبھی وہ ٹھیک ہو جاتی ہے اور کبھی غلط ہو جاتی ہے، جب کہ وحی یا الہام کی بات غلط نہیں ہوتی، مگر وہ کسی بندے کے اختیار میں نہیں۔

(رسول اللہ ﷺ نے اپنی بابت علمِ غیب کی نسبت پسند نہیں کی)۔

علمِ غیب کے متعلق ارشاداتِ نبوی: ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ: میری رخصتی کے وقت رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے پھر میرے بستر پر میرے پاس اتنے نزدیک بیٹھے جس طرح تم بیٹھے ہو۔ ہماری کچھ بچیاں دف بجا بجا کر، بدر کے مقتولوں کا واقعہ بیان کرنے لگیں، ایک نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بات چھوڑ دے اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہتی رہ''۔ (بخاری)۔

یعنی ربیع انصاریہ کی شادی کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ ان کے پاس آبیٹھے۔ ایک بچی نے ترانے میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے منع کیا اور فرمایا کہ یہ بات نہ کہہ۔ معلوم ہوا (کوئی) کسی بڑے سے بڑے انسان کے بارے میں (بھی) یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب داں ہے۔ شعراء رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں جو آسمان و زمین کے قلابے ملایا کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ بطور مبالغہ ایسا کہا گیا، یہ غلط ہے۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے اپنی تعریف کا اسی قسم کا شعر ایک بچیوں کو بھی نہ پڑھنے دیا، چہ جائیکہ عاقل شاعر اس قسم کے اشعار کہے یا سنے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا: جس نے تمھیں خبر دی کہ محمد ﷺ ان پانچ باتوں کو جانتے تھے، جن کی اللہ پاک نے اس آیت: ''اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ''۔ [لقمان:۳۴]۔ میں خبر دی ہے تو اس نے بڑا زبردست بہتان باندھا۔

یعنی وہ پانچ باتیں جو اللہ نے سورہ لقمان کے آخر میں بیان کی ہیں وہ یہ ہیں، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

”بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش نازل فرماتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے۔ کوئی (بھی) نہیں جانتا کہ کل کیا (کچھ) کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا۔ (یادرکھو) اللہ تعالیٰ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے“۔ (لہذا جو کوئی یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی سب باتیں جانتے تھے اس نے بڑا بھاری بہتان باندھا۔ غیب تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں)۔ [لقمان:۳۴]۔

ام علاء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (جب عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں، حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں، کہ میرے ساتھ کیا پیش آئے گا اور تمھارے ساتھ کیا ہو گا؟۔

یعنی اللہ پاک بندوں سے دنیا میں، قبر میں، یا آخرت میں جو معاملہ کرے گا اس کا حال کسی کو بھی معلوم نہیں، نہ نبی کو نہ ولی کو۔ نہ اپنا حال معلوم، نہ دوسروں کا حال معلوم۔ اگر وحی کے ذریعے کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں کا انجام بخیر ہے تو وہ ایک مجمل علم ہے۔ اس سے زیادہ معلوم کرنا ان کے بس سے باہر ہے۔

فصلِ سوم: شرک فی التصرف کی تردید

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آپ ﷺ فرمادیں کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے۔ اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ۔ وہ اللہ ہی کو (ایسا کرنے والا) بتائیں گے، آپ ﷺ فرمادیں پھر کیوں دیوانے بنے جاتے ہو۔[المومنون :۸۹-۸۸]۔ یعنی جس مشرک سے پوچھا جائے کہ ایسی شان کس کی ہے جس کے اختیار و تصرف میں ہر چیز ہے۔ جو چاہے کرے، اس کا ہاتھ کوئی پکڑنے والا نہ ہو اور کوئی اس کی بات ٹال نہ سکے؟ تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی ہے، تو پھر دوسروں سے مرادیں مانگنا پاگل پن ہوا۔ معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں بھی لوگ اس بات کے قائل تھے کہ اللہ کے برابر اور مقابلے کا کوئی نہیں مگر بتوں کو اپنا وکیل سمجھ کر پوجتے تھے اور ان سے مانگتے تھے، اسی وجہ سے مشرک ہوئے۔ آج بھی اگر کوئی اس علم میں کسی مخلوق کے تصرف کا قائل ہو اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کی عبادت کرے تو مشرک ہو جائے گا، گو اس کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہ سمجھتا ہو اور اس کی مقابلے کی طاقت اس میں نہ جانتا ہو۔

نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ ہے: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”(اے محمد ﷺ) آپ فرمادیں کہ میں تمھارے لیے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ آپ (ﷺ) فرمادیں کہ (اگر اللہ پکڑنے پہ آئے تو) مجھے اللہ سے ہرگز کوئی نہیں بچاسکتا اور میں اس کے سوا کہیں بچاؤ نہیں پاتا“۔[الجن:۲۱-۲۲]۔

یعنی میں تمھارے لیے نفع و نقصان پر اختیار نہیں رکھتا۔ میرے امتی ہونے کی وجہ سے تم لوگ مغرور ہو کر یہ خیال کر کے حد سے نہ بڑھنا کہ ہمارا پایہ مضبوط ہے، ہمارا وکیل زبردست اور ہمارا شفیع بڑا

محبوب ہے، ہم جو چاہیں کریں وہ ہمیں اللہ کے عذاب سے بچالے گا۔ کیوں کہ میں خود ہی ڈرتا ہوں اور اللہ کے سوا کہیں پناہ گاہ نہیں دیکھتا، دوسروں کو کیا بچاسکوں گا۔

معلوم ہوا کہ جو عوام پیروں پر بھروسہ کر کے اللہ کو بھول جاتے ہیں اور حکم عدولی کرتے ہیں، وہ واقعتاً گمراہ ہیں۔ کیوں کہ جب نبی اکرم ﷺ دن رات اللہ سے ڈرتے تھے اور اس کی رحمت کے سوا کہیں اپنا بچاؤ نہیں جانتے تھے، بھلا کسی اور کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

(انبیاء اور خواصِ امت عالَم میں تصرف سے خالی ہیں)۔

اللہ کے سوا کوئی رازق نہیں: ارشادِ باری تعالی ہے:

"اور مشرک اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو آسمان وزمین سے روزی پہنچانے میں کچھ بھی دخل نہیں رکھتے اور نہ رکھ سکتے ہیں"۔ [النحل: ۷۳]۔

یعنی ایسے لوگوں کی اللہ کی سی تعظیم کرتے ہیں جو قطعی بے بس ہیں۔ روزی پہنچانے میں ان کا کچھ بھی دخل نہیں۔ نہ آسمان سے مینہ برسا سکیں اور نہ زمین سے کچھ اگا سکیں، انہیں کسی طرح کی بھی سکت نہیں۔ معلوم ہوا عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ بزرگوں کو عالم میں تصرف کی قدرت تو ہے، مگر تقدیرِ الٰہی پر شاکر ہیں۔ ادب سے دم نہیں مارتے، ورنہ اگر چاہیں تو کائنات کو زیر وزبر کر دیں، لیکن شرک کی عظمت کا خیال کر کے چپ ہیں، یہ قطعی غلط ہے، کائنات میں نہ انھیں بالفعل دخل ہے نہ بالقوۃ۔ یعنی ان میں اس قسم کے تصرف کی صلاحیت وقدرت ہی نہیں۔

صرف اللہ کو پکارو: ارشادِ الٰہی ہے:

”اور اللہ کو چھوڑ کر اس کو مت پکاریے جو آپ کو نہ نفع پہنچا سکے اور نہ نقصان۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ ظالم بن جائیں گے“۔[یونس:۱۰۶]۔

یعنی عزت و جلال والے اللہ کے ہوتے ہوئے ایسے ناکارہ لوگوں کو پکارنا، جو نہ نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے سراسر ظلم ہے۔ کیوں کہ سب سے بڑی ہستی کا مقام محض ناکارہ لوگوں کو دیا جارہا ہے۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں:

”آپ فرما دیجیے ! کہ انھیں پکار کر دیکھو تو سہی، جن کو تم نے اللہ کے سوا معبود خیال کر رکھا ہے، وہ تو آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ نہ ان میں ان کی کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ اس کے آگے کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی، مگر جس کو وہ اجازت دے دے۔ یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں، تمھارے رب نے کیا فرمایا؟ اور جواب دیتے ہیں کہ حق ہی فرمایا ہے، وہی سب سے بلند و اعلی ہے“۔[سبا:۲۲-۲۳]۔

بلا اذن شفاعت نہیں: یعنی آڑے وقت میں کسی سے مراد مانگنا اور جس سے مراد مانگی ہے، اس کا مراد کو برلانا کئی طرح ہے۔ (یعنی) جس سے مراد مانگی ہے، وہ خود مالک ہو یا اس کا ساجھی ہو (حصے دار) ہو یا اس کا مالک پر دباؤ ہو، جیسے بادشاہ دیگر امراء کا کہنا مان لیتا ہے کیوں کہ وہ ارا کینِ سلطنت ہیں اور ان کے ناراض ہونے سے حکومت کا نظم و نسق بگڑتا ہے۔ یا وہ مالک سے سفارش کرے اور مالک کو اس کی سفارش ماننی ہی پڑتی ہے، خواہ دل سے مانے یا نہ مانے، مثلاً شہزادیوں سے یا بیگمات سے بادشاہ کو محبت ہوتی ہے اور ان کی محبت کی وجہ سے ان کی سفارش رد نہیں کی جاتی۔

اب غور کرو کہ مشرک اللہ تعالی کو چھوڑ کر جن بزرگوں کو پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں، نہ تو وہ کائنات میں مچھر کے ایک پر کے مالک ہیں، نہ ان کا رتی بھر ساجھا ہے، نہ الٰہی سلطنت

کے رکن ہیں اور نہ اللہ تعالی کے معین و مددگار کہ ان سے دب کر اللہ تعالی ان کی بات مان لے اور نہ بلا اجازت الٰہی سفارش کے لیے لب ہلا سکتے ہیں کہ خواہ مخواہ اس سے کچھ دلا دیں۔ بلکہ بارگاہ الٰہی میں ان کا یہ حال ہے کہ اس کے حکم کے آگے سب کے ہوش اڑ جاتے ہیں اور بد حواس و مرعوب ہو جاتے ہیں۔ احترام و دہشت کی وجہ سے دوسری دفعہ پوچھنے کی بھی جرأت نہیں ہوتی، بلکہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ رب نے کیا کہا؟ اور تحقیق کے بعد آمنّا وصدّقنا ہی کہنا پڑتا ہے، چہ جائے کہ بات الٹی جائے یا کوئی وکالت وحمایت کی جرأت کرے۔

شفاعت کی قسمیں: یہاں ایک بات انتہائی اہم اور اس لائق ہے کہ، اسے یاد رکھا جائے اور وہ یہ کہ عوام، انبیاء اور اولیاء کی شفاعت پر نازاں ہیں اور شفاعت کے غلط معنی سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں۔ در حقیقت شفاعت کے معنی سفارش کے ہیں۔

دنیا میں سفارش کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً بادشاہ کی نگاہ میں چور کی چوری ثابت ہو جائے اور کوئی امیر یا وزیر اس کی سفارش کر کے سزا سے بچالے۔

بادشاہ تو چور کو سزا ہی دینا چاہتا تھا، جیسا کہ آئین حکومت ہے، مگر امیر سے دب کر اسے چھوڑ دیتا ہے۔ کیوں کہ امیر رکن سلطنت ہے اور اس کی وجہ سے سلطنت میں دن رات ترقی ہو رہی ہے۔ بادشاہ یہ خیال کر کے کہ اس امیر کو ناراض نہیں کرنا چاہیے، ورنہ حکومت کے نظم و نسق میں گڑبڑ پیدا ہو جائے گی اور غصے کو پی جانا عین مناسب ہے، چور کو معاف فرما دیتا ہے۔ اس قسم کی شفارش کو شفاعتِ وجاہت کہا جاتا ہے، یعنی امیر کی جاہ و عزت کی وجہ سے اس کی بات مانی گئی۔

"شفاعتِ وجاہت" ممکن نہیں: اللہ عز وجل کے حضور شفاعتِ وجاہت قطعی طور پر ناممکن ہے۔ جو شخص کسی غیر اللہ کو اس قسم کا شفیع مان لے، وہ قطعی مشرک ہے اور بڑا جاہل ہے۔ اس نے الٰہ

کے معنی نہیں سمجھے اور شہنشاہ کی قدر و منزلت پہچانی ہی نہیں۔ اس شہنشاہ (باری تعالیٰ) کی تو یہ شان ہے کہ اگر چاہے تو لفظ ''کن'' سے کروڑوں نبی، ولی، جن، فرشتے، جبرئیل علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ایک آن میں پیدا کر دے اور ایک دم میں عرش سے فرش تک ساری کائنات کو زیر وزبر کر دے اور دوسرا عالم پیدا کر دے۔ اس کے تو ارادے ہی سے ہر چیز پیدا ہو جاتی ہے، اسے مادے کی اور سامان کی حاجت ہی نہیں۔ اگر آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے انسان اور جن، جبریل و پیغمبر جیسے ہو جائیں، تو ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں کچھ بھی رونق نہیں بڑھے گی۔ اور اگر شیطان اور دجال بن جائیں تو اس کی حکومت کی کچھ بھی رونق نہیں گھٹے گی، وہ ہر حال میں تمام بڑوں کا بڑا اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ نہ کوئی اس کا کچھ بگاڑ سکے اور نہ بنا سکے۔

''شفاعتِ محبت'' ممکن نہیں: سفارش کی دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شہزادہ، بیگم یا بادشاہ کا محبوب کھڑا ہو جائے اور چور کو سزا نہ دینے دے۔ بادشاہ اس کی محبت کی وجہ سے اسے ناراض نہ کرنا چاہے اور چور کو معاف فرما دے، اس (قسم) کی سفارش کو ''شفاعتِ محبت'' کہا جاتا ہے۔ (گو) بادشاہ نے اس کی محبت سے مجبور ہو کر، اس خیال سے کہ محبوب کی ناراضگی سے خود مجھے تکلیف پہنچے گی، محبوب کی بات مان لی۔

اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ بات بھی ناممکن ہے۔ اگر کوئی کسی نبی یا ولی کو اس قسم کا شفیع سمجھے، وہ بھی پکا مشرک اور نرا جاہل ہے۔ وہ شہنشاہ اپنے بندوں کو چاہے کتنا ہی نوازے۔ کسی کو حبیب، کسی کو خلیل، کسی کو کلیم، کسی کو روح اللہ اور کسی کو وجیہ کا خطاب عطا فرمائے اور کسی کو رسول کریم، مکین، روح القدس اور روح الامین کے معزز القاب سے نوازے۔ مگر مالک، مالک ہی ہے اور غلام، غلام ہی ہے۔۔ ہر ایک کا اپنا مقام ہے، جس سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتا۔ غلام جس طرح اس کی رحمت سے متاثر ہو کر مسرت سے جھومتا ہے، اسی طرح اس کی ہیبت سے بھی اس کا پِتّا پانی ہو جاتا ہے۔

شفاعت بِالاِذْن (ممکن ہے): سفارش کی تیسری صورت یہ ہے کہ چور کی چوری تو ثابت ہو گئی، مگر وہ پیشہ ور چور نہیں ہے۔ بد قسمتی سے اس سے چوری سرزد ہو گئی، شرم کے مارے پانی پانی ہے، ندامت سے سر جھکا ہوا ہے، دن رات سزا کا خوف اسے کھا رہا ہے، آئین کی حرمت کو سر آنکھوں پر رکھتا ہے اور خود کو سیاہ کار، گنہگار اور سزا کا مستحق سمجھ رہا ہے۔ بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر یا وزیر کا رخ نہیں کرتا اور اس کے مقابلے میں کسی کی حمایت کا قائل نہیں، شب و روز بادشاہ ہی کا منہ تک رہا ہے کہ سرکار عالی کی طرف سے اس خطاکار گنہگار کے لیے کیا سزا تجویز ہوتی ہے۔ بادشاہ کو اس کے حال زار پر ترس آجاتا ہے اور اس سے در گزر کرنا چاہتا ہے، مگر حرمت آئین کا لحاظ رکھنا چاہتا ہے کہ کہیں قانون کا احترام لوگوں کی نگاہ سے گر نہ جائے۔ اب کوئی امیر یا وزیر بادشاہ کا اشارہ پا کر سفارش کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے، بادشاہ اس امیر کی عزت افزائی کے لیے بظاہر اس کی سفارش کا نام کر کے چور کا قصور معاف فرما دیتا ہے۔ امیر نے چور کی اس لیے سفارش نہیں کی کہ وہ اس کا رشتہ دار، دوست یا آشنا ہے یا اس کی حمایت کا اس نے ذمہ لے لیا تھا، بلکہ محض بادشاہ کی مرضی دیکھ کر سفارش کے لیے کھڑا ہوا ہے۔ کیوں کہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے، نہ کہ چوروں کا حمایتی۔ کیوں کہ چور کا حمایتی بھی چور ہوتا ہے۔ اس قسم کی سفارش کو ''شفاعت بِالاِذْن'' (اجازت و مرضی سے سفارش) کہا جاتا ہے۔

دربارِ الٰہی میں اس قسم کی سفارش ہو گی۔ قرآن پاک میں جس نبی یا ولی کی شفاعت کا بیان ہے، وہ یہی شفاعت ہے۔

صراط مستقیم: ہر انسان کا فرض ہے کہ اللہ ہی کو پکارے، اسی سے ہر وقت ڈرتا رہے، اسی سے گناہوں کی معافی مانگتا رہے، اسی کے آگے گناہوں کا معترف رہے، اسی کو اپنا مالک اور حمایتی سمجھے، اللہ کے سوا اپنا کوئی ٹھکانا نہ جانے اور کبھی کسی کی حمایت پر اعتماد نہ کرے، کیوں کہ ہمارا رب بڑا ہی معاف کرنے والا اور انتہائی مہربان ہے۔ وہ اپنے فضل و کرم سے سب بگڑے کام بنا دے گا اور اپنی مہربانی سے

سارے گناہ معاف فرمادے گا اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے تمھارا شفیع بنادے گا۔ جس طرح تم اپنی ہر حاجت اسی کو سونپتے ہو اسی طرح یہ حاجت بھی اسی کو سونپ دو کہ وہ جسے چاہے تمھارا شفیع بنا کر کھڑا کر دے۔ کسی کی حمایت پر کبھی بھروسہ مت کرو۔ اسی کو اپنی حمایت کے لیے پکارو۔ حقیقی مالک کو کبھی نہ بھولو۔ اس کے احکام شرعیہ کی قدر کرو اور ان کے آگے رسم ورواج کو ٹھکرادو۔ احکام شرعیہ کو چھوڑ کر رسم ورواج کی پابندی بڑا بھاری جرم ہے، سارے نبی اور ولی اس سے متنفر ہیں، وہ ہرگز ہرگز ایسے لوگوں کے شفیع نہیں بنتے جو رسم ورواج کو نہ چھوڑیں اور احکام شرعیہ کو پامال کریں، بلکہ الٹا ان کے دشمن ہو جاتے ہیں اور ان سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ ان کی بزرگی اسی بات پر موقوف تھی کہ وہ اللہ کی پسند و پاسداری کو سب پر مقدم رکھتے تھے۔ بیوی بچوں کو، مریدوں کو، شاگردوں کو، نوکر چاکر کو اور یار دوستوں کو اللہ کے لیے چھوڑ دیتے تھے اور جب یہ لوگ اللہ کی مرضی کے خلاف کام کرتے تھے تو یہ ان کے دشمن بن جاتے تھے۔ بھلا غیر اللہ کو پکارنے والوں میں کیا خوبی ہے کہ بڑے بڑے لوگ ان کے حمایتی بن کر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے جھگڑیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہو گا، بلکہ وہ تو ان کے دشمن ہیں۔ اللہ ہی کے لیے محبت اور اللہ ہی کے لیے دشمنی ان کی شان ہے۔ اگر کسی کے بارے میں اللہ کی یہی رضا ہے کہ وہ جہنم ہی کا کندہ بنے تو وہ اس کو اور دو چار دھکے دے کر جہنم میں گرانے کو تیار ہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہیں، جدھر اس کی رضا ہو گی ادھر ہی جھکیں گے۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "اے بچے! اللہ کو یاد رکھ، اللہ تجھے یاد رکھے گا، اللہ کو یاد رکھ اس کو اپنے سامنے دیکھ لے گا، اور جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے کر اور جب مدد مانگے تو اللہ ہی سے مانگ، یقین مان کہ اگر تمام لوگ تجھے کچھ نفع پہنچانے پر اتفاق کر لیں تو اسی قدر نفع پہنچائیں گے جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر سب

مل کر نقصان پہنچانے پر اتفاق کر لیں تو اسی قدر نقصان پہنچا سکیں گے جو تیرے لیے لکھا ہوا ہے، قلم اٹھا لیے گئے اور کتابیں خشک ہو گئیں"۔(ترمذی)۔

یعنی اللہ تعالیٰ شہنشاہ حقیقی ہے، زمینی بادشاہوں کی طرح مغرور نہیں کہ کوئی کتنا ہی سر مارے، مگر غرور کے مارے اس کی طرف توجہ ہی نہ کرے۔ اسی لیے رعایا بادشاہوں سے براہ راست سوال نہیں کرتی، بلکہ بواسطۂ امراء سوال کرتے ہیں، تاکہ انہی کی خاطر درخواست منظور ہو جائے۔ مگر اللہ کی یہ شان نہیں، وہ تو انتہائی لطف و کرم والا بڑا ہی مہربان ہے۔ اس تک پہنچنے میں کسی کی وکالت کی ضرورت ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا خیال آئے، وہ تو فرداً فرداً ہر ایک کا خیال رکھتا ہے۔ سب کو یاد رکھتا ہے، خواہ کوئی سفارش کرے یا نہ کرے۔ وہ پاک و بلند و برتر ہے اور اس کا دربار دنیا کے بادشاہوں جیسا نہیں کہ رعایا کی وہاں تک رسائی نہ ہو سکے اور امراء ہی رعایا پر حکم چلائیں اور رعایا کو ان کے احکام ماننے ہی پڑیں۔

بلکہ یہ الٰہی دربار ہے اور وہ اپنے بندوں سے قریب تر ہے۔ جو معمولی سے معمولی انسان اس کی طرف دل سے متوجہ ہو، وہی اپنے سامنے اس کو پالے۔ اپنی ہی غفلت کے حجاب کے سوا کوئی اور حجاب ہی نہیں۔

اللہ سب سے نزدیک ہے: اگر کوئی اس سے دور ہے تو محض اپنی غفلت کی وجہ سے دور ہے، ورنہ مالک سب سے نزدیک ہے۔ پھر جو کوئی کسی نبی یا ولی کو اس لیے پکارتا ہے کہ وہ اس کو اللہ تعالیٰ سے قریب کر دیں، تو یہ نہیں سمجھتا کہ نبی ولی بھی تو اس سے دور ہیں، اللہ تعالیٰ تو اس سے بہت ہی قریب ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک غلام بادشاہ کے پاس تنہا ہے۔ بادشاہ اس کی درخواست سننے کے لیے ہمہ تن متوجہ ہے، لیکن وہ کسی امیر کو آواز دے کر پکارتا ہے کہ جناب بادشاہ کے حضور میری عرض داشت پیش فرما دیں۔ تمھارا اس غلام کی بابت کیا خیال ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ غلام یا تو اندھا ہے یا دیوانہ!

فرمایا، ہر شخص اللہ ہی سے مانگے اور آڑے وقت اسی سے مدد چاہے اور یہ بات یقین سے سمجھ لے کہ تقدیر کا لکھا ہر گز نہیں مٹ سکتا۔ اگر تمام دنیا مل کر کسی کو نقصان یا نفع پہنچائے، تو تحریر تقدیر سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔

معلوم ہوا کہ تقدیر کو بدلنے کی کسی میں طاقت نہیں۔ جس کے مقدر میں اولاد نہیں اسے کون اولاد دے؟ اور جس کے مقدر میں عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا، کون ہے جو اس کی مدت حیات میں اضافہ کر دے؟ پھر یہ کہنا کہ اللہ نے اپنے ولیوں کو تقدیر بدل ڈالنے کی طاقت بخشی ہے، غلط ہے۔ بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ کبھی اپنے ہر بندے کی دعا قبول فرماتا ہے اور انبیاء، اولیاء کی اکثر دعائیں قبول فرمالیتا ہے۔ دعا کی توفیق بھی وہی دیتا ہے اور قبول بھی وہی فرماتا ہے۔ دعا کرنا اس کے بعد مراد بر آنا، دونوں باتیں تقدیر میں لکھی ہوئی ہیں۔ دنیا کا کوئی کام تقدیر سے باہر نہیں، کسی میں کوئی کام کرنے کی طاقت نہیں، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، نبی ہو یا ولی، ہاں اللہ سے دعا مانگے، بس اسے اتنی ہی طاقت ہے۔ اس کے بعد مالک و مختار کو اختیار ہے۔ چاہے ازراہِ مہربانی قبول فرمالے اور چاہے تو ازراہِ حکمت قبول نہ فرمائے۔

صرف اللہ پر بھروسہ کرو: عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انسان کے دل کے لئے ہر میدان میں ایک راہ ہے، پھر جس نے اپنے دل کو تمام راہوں کے پیچھے لگا دیا تو اللہ پاک اس کی پرواہ نہ کرے گا کہ کون سے میدان میں تباہ کیا گیا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ پاک اسے تمام میدانوں میں کافی ہو جائے گا“۔ (ابن ماجہ)۔

یعنی جب انسان کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے، یا اسے کسی چیز کی طلب ہوتی ہے تو اس کے خیالات چاروں طرف دوڑتے ہیں کہ فلاں نبی کو، یا فلاں پیر کو، یا فلاں شہید کو، یا فلاں پری کو پکارا جائے۔ یا فلاں نجومی، یا فلاں رمال سے، یا کاہن سے، یا جفار سے پوچھا جائے۔ یا فلاں مولوی سے فال

کھلوائی جائے۔ پھر جو کوئی ہر خیال کے پیچھے دوڑتا ہے، اللہ پاک اس سے اپنی قبولیت والی نگاہ پھیر لیتا ہے۔ اس کو اپنے مخلص بندوں میں شمار نہیں فرماتا اور اس کے ہاتھ سے اللہ کی تربیت وہدایت کی راہ جاتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان خیالات کے پیچھے دوڑتا ہوا تباہ ہو جاتا ہے۔ کوئی دہریہ بن جاتا ہے، کوئی ملحد، کوئی مشرک اور کوئی سب سے منکر ہو جاتا ہے۔

اور جو کوئی اللہ ہی پر بھروسہ رکھتا ہے، کسی خیال کے پیچھے نہیں دوڑتا، وہ عزوجل کا مقبول بندہ ہے۔ اس پر ہدایت کی راہیں کھل جاتی ہیں اور اس کے قلب کو ایسا چین و آرام میسر آجاتا ہے کہ خیالات کے پیچھے دوڑنے والوں کو وہ چین ہرگز نصیب نہیں ہوتا۔ تقدیر کا لکھا تو پورا ہی ہوتا ہے، مگر خیالات کے پیچھے لپکنے والا خواہ مخواہ پیچ و تاب کھاتا رہتا ہے اور توکل والے کو آرام مل جاتا ہے۔

اللہ پاک کو دنیوی بادشاہوں کی طرح نہ سمجھو کہ بڑے کام تو خود کرتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے کام نوکروں سے کرواتے ہیں، اس لیے لوگوں کو چھوٹے چھوٹے کاموں میں نوکروں سے التجا کرنی پڑتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کارخانہ ایسا نہیں ہے، وہ قادر مطلق تو پلک جھپکنے میں بے شمار چھوٹے بڑے کام ٹھیک فرما دیتا ہے، اس کی سلطنت میں کوئی شریک اور ساجھی نہیں، اس لیے چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی براہ راست اسی سے مانگو۔ کیوں کہ اس کے سوا تو کوئی دوسرا نہ چھوٹی چیز دے سکتا ہے اور نہ بڑی۔

(نبی ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کو تنبیہ فرمائی کہ مجھ سے اپنی رشتہ داری پر بھروسہ مت رکھنا، عمل کے بغیر کسی کی نجات نہیں ہوگی:)

قرابت کام نہیں دے سکتی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب آیت: ”وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ“ (اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ) اتری۔ [الشعراء: ۲۱۴]۔ تو نبی ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کو بلا کر فرمایا کہ ”اے اولاد کعب بن لوی! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ

کے عذاب سے تمھارے کچھ کام نہ آسکوں گا"۔ اے اولاد مرہ بن کعب! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے عذاب سے تمھارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے اولاد عبد شمس! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے عذاب سے تمھارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے اولاد عبد مناف! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے عذاب سے تمھارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے اولاد ہاشم! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے عذاب سے تمھارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے اولاد عبد المطلب! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے عذاب سے تمھارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے فاطمہ! اپنی جان کو عذاب سے بچالے، مجھ سے میرا مال لے لے جو کچھ چاہے، کیوں کہ میں اللہ کے عذاب سے تمھارے کچھ کام نہیں آؤں گا"۔ (بخاری و مسلم)۔

یعنی جو لوگ کسی بزرگ کے رشتہ دار ہوتے ہیں، انھیں بزرگوں کی حمایت کا بھروسہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ مغرور ہو کر نڈر ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ پاک نے اپنے محبوب پیغمبر سے فرمایا کہ اپنے رشتہ داروں کو ہوشیار کر دیں۔ آپ ﷺ نے ایک ایک کو یہاں تک کہ اپنی لاڈلی صاحب زادی کو بھی صاف صاف بتادیا کہ حق قرابت اسی چیز میں ممکن ہے جو انسان کے اختیار میں ہے۔ میرے اختیار میں مال ہے، اس کے دینے میں بخل سے کام نہیں لیتا۔ لیکن اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے، وہاں کسی کی بھی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا بھی وکیل نہیں بن سکتا۔ ہر شخص قیامت کے لیے اپنی اپنی تیاری کرلے اور دوزخ سے بچنے کی آج ہی فکر کرلے۔ معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کی رشتہ داری اللہ کے ہاں کام آنے والی نہیں۔ جب تک انسان خود نیک عمل نہ کرے بیڑا پار ہونا مشکل ہے۔

فصل چہارم: عبادات میں شرک کی حرمت

(توحید خالص کی دعوت اور قدیم وجدید شرک کی تردید:)

عبادت صرف اللہ ہی کے لیے ہے: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اور بلاشبہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ (انھوں نے کہا کہ اے قوم)! میں تمھیں ایک کھلا ڈرانے والا ہوں، اس بات سے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، مجھے تم پر قیامت کے دن کے دردناک عذاب کا اندیشہ ہے“۔[ھود:۲۵-۲۶]۔

یعنی مسلمانوں اور کافروں میں حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے جھگڑا چلا آرہا ہے۔ اللہ کے مقبول بندے یہی کہتے آئے ہیں کہ اللہ کی سی تعظیم غیر اللہ کی نہ کرو۔ اور جو کام اس کی تعظیم کے لیے مقرر ہیں، کسی اور کے لیے نہ کرو۔

(ہر قسم کے سجدے صرف اللہ ہی کے لیے جائز ہیں:)

سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے: ارشادِ الٰہی ہے:

”سورج کو اور چاند کو سجدہ نہ کرو اور اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو“۔[فصلت:۳۷]۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام میں سجدہ خالق ہی کا حق ہے، لہٰذا کسی مخلوق کو سجدہ نہ کیا جائے، خواہ وہ چاند سورج ہو یا نبی، ولی ہوں یا جن اور فرشتے ہوں۔ اگر کوئی کہے کہ پہلے دینوں میں مخلوق کو بھی سجدہ روا تھا، مثلاً فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا، اس لیے اگر ہم بھی کسی بزرگ کو تعظیمی سجدہ کریں تو کیا حرج ہے؟ یاد

رکھو اس سے شرک ثابت ہو جاتا ہے، ایمان نکل جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہنوں سے نکاح کرنا جائز تھا، اسے دلیل سمجھ کر یہ لوگ اگر بہنوں سے نکاح کرلیں تو کیا حرج ہے؟ مگر سخت حرج ہے، کیوں کہ بہنیں محرمات ابدیہ میں داخل ہیں، جو کسی صورت سے حلال ہی نہیں۔

بات یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالی کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہیے۔ اللہ کے فرمان کو بلا چوں وچرا دل وجان سے مان لینا چاہیے، خواہ مخواہ کی حجت نہیں پیش کرنی چاہیے کہ پہلے لوگوں کے لیے تو حکم نہ تھا، ہم پر کیوں مقرر کیا گیا؟ ایسی باتوں سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ اس مضمون کو مثال سے سمجھو کہ ایک بادشاہ کے یہاں مدت تک ایک قانون پر عمل ہوتا رہا، پھر قانون بنانے والوں نے اسے منسوخ کر کے اس کی جگہ اور قانون بنا دیا، اب اس نئے قانون پر عمل ضروری ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ ہم تو پہلے ہی قانون کو مانیں گے، نئے قانون کو نہیں مانتے، وہ باغی ہے اور باغی کی سزا جیل خانہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی کے باغیوں کے لیے جہنم ہے۔

غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے: ارشادِ باری تعالی ہے:

"اور بے شک مسجدیں اللہ ہی کی ہیں، لہذا اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لیے کھڑا ہوا، تو قریب تھا کہ وہ بھیڑ کی بھیڑ بن کر اس پر جھک پڑیں۔ آپ فرما دیں کہ میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا"۔ [الجن:۱۸-۲۰]۔

یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ اپنے پاک وصاف دل سے اللہ تعالی کو پکارتا ہے تو یہ نادان سمجھتے ہیں کہ بڑا پہنچا ہوا ہے۔ غوث وقطب ہے، جس کو چاہے دے دے اور جس سے جو چاہے چھین لے۔ اس لیے ٹھٹھ کے ٹھٹھ اس کے پاس امید پر جمع ہو جاتے ہیں کہ بگڑی بنا دے گا۔ اب اس بندے کا فرض ہے کہ صحیح صحیح (یہ) بات بتا دے کہ آڑے وقت اللہ تعالی ہی کو پکارنا چاہیے، یہ حق کسی اور کا نہیں ہے۔ اللہ ہی

سے نفع و نقصان کی امید رکھنی چاہیے، کیوں کہ اس طرح کا معاملہ غیر اللہ سے کرنا شرک ہے، میں شرک اور شرک کرنے والے سے بیزار ہوں۔ اگر کوئی مجھ سے اس قسم کا معاملہ کرنا چاہے تو میں اس سے راضی نہیں اور دینا لینا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ وہی دیتا ہے اور وہی لیتا ہے، میرے ہاتھ میں کچھ نہیں وہی میرا اور تمھارا رب ہے، لہٰذا آؤ اور معبودانِ باطل کو چھوڑ کر اسی ایک وحدہٗ لاشریک کو پکارو جو اپنی وحدانیت میں، معبودیت میں، ربوبیت میں اور حاکمیت میں اکیلا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ (ہاتھ باندھ کر) ادب سے کھڑا ہونا، پکارنا اور نام کا وظیفہ پڑھنا ان کاموں میں سے ہے، جن کو حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لیے مخصوص فرمادیا ہے۔ یہ معاملہ غیر اللہ سے کرنا شرک ہے۔

(ارکانِ حج اور انتہائی تعظیم کے اعمال بیت اللہ اور حرم کے ساتھ خاص ہیں:)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”آپ لوگوں میں حج کا اعلان کردیں، وہ آپ کے پاس پیدل اور ہر دبلے اونٹوں پر جو دور (دراز) راستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہوکر) چلے آئیں گے تاکہ اپنے فائدوں (کی جگہوں) میں حاضر ہوں۔ اور (قربانی کے) مقررہ ایام میں اللہ تعالیٰ نے چوپایوں میں سے جو مویشی انھیں عطا فرمائے ہیں، ان پر اللہ کا نام لیں۔ اس میں سے کھاؤ بھی اور بدحال محتاجوں کو کھلاؤ بھی۔ پھر چاہیئے کہ لوگ اپنا میل کچیل صاف کریں، نذروں کو پورا کریں اور قدیم گھر (بیت اللہ) کا طواف کریں“۔ [الحج: ۲۷-۲۹]۔

شعائر اللہ کی تعظیم کی جائے: یعنی حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لیے بعض جگہیں مقرر فرمائی ہیں، جیسے کعبہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ، صفا، مروہ، مقام ابراہیم، مسجد حرام، سارا مکہ معظمہ، بلکہ سارا حرم۔

لوگوں کو ان مقامات کی زیارت کا شوق دیا ہے کہ دنیا کے گوشے گوشے سے سمٹ کر، خواہ سوار ہو کر خواہ پیادہ، دور (دراز) سے بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئیں۔ سفر کی مشقتیں اٹھا کر ایک خاص بے سلے لباس میں مخصوص ہیئت سے وہاں پہنچیں، اور اللہ تعالی کے نام کی قربانیاں کریں۔ اپنی منتیں پوری کریں، بیت اللہ کا طواف کریں اور دلوں میں مالک کی تعظیم کی جو امنگیں کروٹیں لے رہی ہیں، بیت اللہ آکر انھیں پوری کریں۔

اس کی چوکھٹ کو چومیں، اس کے دروازے کے سامنے بلک بلک کر دعائیں مانگیں۔ پھر کوئی بیت اللہ کا پردہ تھام کر رو رو کر اللہ سبحانہ و تعالی سے دعائیں مانگ رہا ہے، کوئی وہاں اعتکاف میں بیٹھ کر رات دن ذکر الٰہی کر رہا ہے، کوئی ادب سے خاموش کھڑا اسے دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر رہا ہے۔ بہر حال یہ سب کام اللہ تعالی کی تعظیم و اکرام کے لیے کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالی ان سے ان کاموں کی وجہ سے خوش ہوتا ہے اور ان سے دونوں جہاں میں فائدہ ہوتا ہے۔ لہذا اس قسم کے کام غیر اللہ کی تعظیم کے لیے حرام و شرک ہیں۔

حج اور اس کے اعمال بیت اللہ کے سوا کہیں اور کرے جائز نہیں: کسی قبر کی زیارت کے لیے، یا کسی تھان یا چلہ پر دور دراز سے سفر کی مشقتیں اٹھا کر آنا اور میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا، وہاں جا کر جانوروں کی قربانی کرنا، منتیں پوری کرنا، کسی گھر یا قبر کا طواف کرنا، اس کے آس پاس کے جنگل کا ادب کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، وہاں کے درختوں کو نہ کاٹنا، گھاس کے تنکے نہ توڑنا اور نہ اکھاڑنا اور اسی قسم کے اور کام کرنے اور ان سے دونوں جہاں کی بھلائیوں کی امید رکھنا، سب شرک ہے۔ ان سے بچنا چاہیے۔ کیوں کہ شریعت نے جن مقامات کی تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے، ان کے علاوہ اور جگہوں پر ایسا کرنا اور اپنی طرف سے ان کو دین میں داخل سمجھنا بدعت ہے۔ اطاعت و فرمانبر داری کا معاملہ اللہ ہی سے کرنا چاہیے، نہ کہ مخلوق سے۔

(بزرگوں کے نام پر جانور چھوڑنا اور ان کے احترام میں جانوروں کا ذبح کرنا انہیں ان کے نام نذر کرنا سب حرام ہے:)

غیر اللہ کے نام کی چیز حرام ہے: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"آپ فرما دیجیے کہ میں اس وحی میں، جو مجھ پر نازل ہوئی ہے، کوئی چیز جسے کھانے والا کھائے، حرام نہیں پاتا، مگر وہ چیز جو مردار ہے یا بہنے والا خون ہے یا خنزیر کا گوشت ہے، کیوں کہ یہ ناپاک ہے یا گناہ کی چیز ہے کہ اسے غیر اللہ کے لیے نامزد کیا گیا ہو۔ اور اگر کوئی مجبور ہو جائے، نہ تو نافرمانی کرے نہ حد سے باہر نکل جائے تمھارا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے"۔[الانعام:۱۴۵]۔

یعنی جس طرح سور، خون اور مردار حرام ہے، اسی طرح وہ جانور حرام ہے جو گناہ کی صورت میں ہو کہ اللہ کے نام کا نہیں بلکہ کسی اور کے نام کا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو جانور کسی مخلوق کے نام پر نامزد کر دیا جائے، وہ حرام و ناپاک ہے۔ مثلاً یہ کہہ دیا جائے کہ یہ سید احمد کبیر کی گائے ہے، یہ شیخ سدو کا بکرا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اس آیت میں اس بات کا بیان نہیں کہ وہ جانور تب ہی حرام ہو گا جب ذبح کرتے وقت اس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے، بلکہ محض نامزد کرنے سے ہی حرام ہو گیا۔ اگر کوئی جانور مرغی ہو یا بکری اونٹ ہو یا گائے، کسی مخلوق کے نام کا کر دیا جائے، خواہ ولی کے نام کا ہو یا نبی کے باپ دادا کے نام کا ہو یا پیر و شیخ کے نام کا ہو یا پری کے نام کا، وہ قطعی حرام و ناپاک ہے اور نام کا کرنے والا مشرک ہے۔

حکم صرف اللہ کے لئے ہے: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اے جیل کے ساتھیو! کیا متفرق رب بہتر ہیں یا ایک اللہ، جو بڑا زبردست ہے، اس کو چھوڑ کر تم محض ناموں کو پوجتے ہو، جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نام رکھ لیے ہیں، اللہ پاک نے اس کی کوئی

دلیل نہیں اتاری۔ حکم صرف اللہ ہی کا ہے، اس نے تمہیں حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو۔ یہی مضبوط دین ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں"۔[یوسف:۳۹-۴۰]۔

ایک غلام کے لیے کئی آقاؤں کا ہونا تکلیف دہ ہے۔ اگر اس کا ایک ہی آقا ہو، جو سب سے زبردست ہو، تو کیا ہی اچھا ہے! لہذا مالک ایک ہی ہے، جو انسان کی ساری مرادیں پوری کرتا ہے اور اس کے بگڑے کام بنا دیتا ہے۔ اس کے سامنے جھوٹے مالکوں کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ قطعی بے بنیاد خیالات ہیں کہ بارش کرنا کسی کے اختیار میں ہے، غلہ پیدا کرنا کسی اور کا کام ہے۔ کوئی اولاد دیتا ہے، کوئی تندرستی بخشتا ہے، پھر آپ ہی آپ ان کے نام مقرر کر لیے ہیں کہ فلاں کام کے مختار کا یہ نام ہے، اور فلاں کے مختار کا یہ نام ہے اور خود ہی انہیں ان کاموں کے وقت پکارتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ایک عرصہ کے بعد اسی طرح رسم پڑ جاتی ہے۔

من گھڑت نام شرک ہیں: حالانکہ اللہ کے سوا کون ہے اور نہ کسی کا یہ نام پایا جاتا ہے۔ اور اگر کسی کا یہ نام ہے تو اس کو مشیت الٰہی میں کوئی دخل نہیں۔ سب کاموں کے مختار کا نام اللہ ہے۔ اور جس کا نام محمد یا علی ہے، اس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔ اس قسم کے خیالات باندھنے کا اللہ پاک نے حکم نہیں دیا، اور مخلوق کا حکم ناقابلِ اعتبار ہے، بلکہ اللہ پاک نے اس قسم کے خیالات قائم کرنے سے روک دیا ہے۔ پھر اللہ کے سوا وہ کون ہے، جس کے کہنے کا ان باتوں میں اعتبار کیا جائے؟ خالص اور اصل دین یہی ہے کہ اللہ کے حکم پر چلا جائے اور اس کے آگے ہر حکم ٹھکرا دیا جائے۔ لیکن اکثر لوگ اس راہ سے بھٹک گئے اور اپنے پیروں، اماموں اور بزرگوں کی راہ کو اللہ کی راہ سے مقدم سمجھ بیٹھے۔

خودساختہ رسمیں شرک ہیں: معلوم ہوا کہ کسی کی راہ و رسم نہ ماننا اور اللہ تعالی ہی کا قانون ماننا ان چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ پاک نے اپنی تعظیم کے لیے مقرر فرمایا ہے اب اگر کوئی یہی معاملہ کسی

مخلوق سے کرے گا، تو پکا مشرک ہو گا۔ انسانوں تک احکام الٰہی کا پہنچنا رسولوں ہی کے واسطہ سے ممکن ہے۔ اگر کوئی امام یا مجتہد یا غوث و قطب یا مولوی وملا یا پیر و مشائخ یا باپ دادا یا کسی بادشاہ یا وزیر یا پادری یا پنڈت کی بات کو یا ان کی رسموں کو احکام شرعیہ پر مقدم سمجھے اور قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے پیر ومشائخ اور اماموں کے اقوال کو پیش کرے، یا پیغمبر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ شریعت ان ہی کے احکام ہیں، وہ (وحی الٰہی کے بغیر) اپنی مرضی سے جو جی میں آتا تھا کہہ دیتے تھے اور اس کا ماننا امت پر فرض ہو جاتا تھا۔ ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ حقیقی حاکم اللہ ہے اور نبی محض لوگوں کو اللہ کے احکام بتانے والا ہوتا ہے۔ لہذا قرآن و حدیث کے موافق بات کو مان لیا جائے اور جو بات قرآن و حدیث کے خلاف ہو، اسے چھوڑ دیا جائے۔

(خشوع اور خضوع کے ساتھ تعظیم اللہ ہی کا حق ہے:)

لوگوں کو تعظیماً سامنے کھڑا رکھنا ممنوع ہے: ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس کو اس بات سے مسرت ہو کہ لوگ اس کے سامنے تصویروں کی مانند کھڑے رہیں، تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے''۔

یعنی جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ لوگ اس کے سامنے باادب ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے رہیں، نہ ہلیں جلیں، نہ ادھر ادھر دیکھیں اور نہ بولیں چالیں، بلکہ بت بنے ہوئے کھڑے رہیں، وہ دوزخی ہے۔ کیوں کہ وہ الوہیت کا دعویدار ہے کہ جو تعظیم اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، وہی اپنے لیے چاہتا ہے۔ نماز میں نمازی ہاتھ باندھ کر چپ چاپ ادھر ادھر دیکھے بغیر کھڑے ہوتے ہیں اور قیام، اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی کے سامنے ادب و تعظیم کی غرض سے کھڑا ہونا ناجائز اور شرک ہے۔

(اپنے تراشے ہوئے بتوں کی عبادت:)

بتوں اور تھانوں کی پوجا شرک ہے: ’’حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت نہیں آئے گی، جب تک میری امت کے کئی قبیلے مشرکوں میں نہ جاملیں اور بت پرستی اختیار نہ کرلیں‘‘۔

بت دو طرح کے ہوتے ہیں۔ کسی کے نام کی تصویر یا مورتی بنا کر اس کو پوجا جائے، اس کو عربی میں صنم کہا جاتا ہے۔ کسی جگہ یا درخت یا پتھر یا لکڑی یا کاغذ کو کسی کے نام کا مقرر کر کے پوجا جائے، اس کو وثن کہا جاتا ہے۔ قبر، چلہ، لحد، چھڑی، تعزیہ، علم، شدہ امام قاسم اور شیخ عبد القادر کی مہندی، امام کا چبوترہ اور استاد و مشائخ کے بیٹھنے کی جگہیں، یہ سب وثن میں داخل ہیں۔ اسی طرح شہید کے نام کا طاق نشان اور توپ، جس پر بکرا چڑھایا جاتا ہے اور اسی طرح بعض مکانات بیماریوں کے نام سے مشہور ہیں، مثلاً سیتلا، مسانی، بھوانی، کالی، کالکا اور براہی وغیرہ کی طرف بعض مقامات منسوب ہیں۔ یہ سب وثن ہیں۔ صنم اور وثن دونوں کی پرستش سے شرک ثابت ہوتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے خبر دی کہ قیامت کے قریب مسلمانوں کا شرک اسی قسم کا ہو گا۔ برخلاف دوسرے مشرکوں کے، جیسے ہندو یا عرب کے مشرک کہ اکثر مورتوں کو مانتے ہیں، یہ دونوں قسم کے لوگ مشرک ہیں اور اللہ کے اور رسول کے دشمن ہیں۔

(تقرب اور تعظیم کے لیے جانور ذبح کرنا اللہ تعالی کا حق ہے:)

ذبح لغیر اللہ لعنت کا باعث ہے: ’’حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے ایک کتاب نکالی، جس میں یہ حدیث تھی کہ ’’جس نے جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا، اس پر اللہ کی لعنت ہے‘‘۔

یعنی جو شخص اللہ کے سوا کسی مخلوق کے نام کا جانور ذبح کرے، وہ ملعون ہے۔ حضرت علی رضی اللہ نے ایک کاپی میں رسول اللہ ﷺ کی کئی حدیثیں لکھ رکھی تھیں، ان میں یہ حدیث بھی تھی۔ معلوم ہوا کہ جانور اللہ ہی کا نام لے کر ذبح کرنے سے حلال ہوتا ہے۔ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا شرک ہے اور جانور بھی حرام ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ جانور بھی حرام ہو جاتا ہے، جو غیر اللہ کے لیے نامزد کر دیا جائے، خواہ اس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

(آخر زمانے میں جاہلیت کے عقائد وعادات مسلمانوں میں رائج ہو جائیں گے:)

قربِ قیامت کی علامتیں:

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ "دن رات ختم نہ ہوں گے، جب تک لات وعزیٰ کو (دوبارہ) نہ پوجا جائے گا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! جب اللہ پاک نے یہ آیت: (اسی نے اپنا رسول ہدایت اور برحق دین کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرکوں کو برا معلوم ہو) اتاری تھی تو میرا گمان غالب یہی تھا کہ آخر تک دین یوں ہی (غالب) رہے گا، فرمایا: "جب تک اللہ پاک کو منظور ہو گا، دین اسی حالت پر رہے گا۔ پھر اللہ پاک ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا، وہ ہر اس شخص کو فوت کر دے گی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا۔ پھر برے لوگ ہی رہ جائیں گے اور وہ اپنے باپ دادا کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے"۔

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورۂ براءت (توبہ) والی آیت سے یہ سمجھا کہ اسلام کا غلبہ قیامت تک رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غلبہ اس وقت تک رہے گا، جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا چلائے گا جس سے سب نیک لوگ، جن کے دلوں میں تھوڑا سا بھی ایمان

ہو گا، ختم ہو جائیں گے اور بے دین باقی رہ جائیں گے۔ نہ ان کے دلوں میں رسول کی عظمت ہو گی، نہ دین کا شوق ہو گا۔ باپ دادا کی رسموں پر لپکیں گے، جو جاہل اور مشرک گزرے ہیں، پھر جو مشرکوں کی راہ اختیار کرے گا، لامحالہ مشرک ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ آخری زمانے میں پرانا شرک پھیل جائے گا۔ آج مسلمانوں میں پرانا اور نیا ہر قسم کا شرک موجود ہے۔ آپ کی پیشین گوئی صادق آ رہی ہے، مثلاً مسلمان نبی، ولی، امام، شہید وغیرہ کے ساتھ شرکیہ معاملات کر رہے ہیں۔ اسی طرح قدیم شرک بھی پھیل رہاہے، کافروں کے بتوں کو مانتے ہیں اور ان کی رسموں پر چل رہے ہیں۔ مثلاً پنڈت سے تقدیر کا حال پوچھنا۔ بری فال لینا، ساعت ماننا، سیتلا اور مسانی کو پوجنا، ہنومان، نونا چماری اور کلوا پیر کو پکارنا۔ ہولی، دیوالی، نوروز اور مہرجان کے تہواروں کو منانا، قمر در عقرب اور تحت الشعاع کو ماننا۔ یہ ساری رسمیں ہندوؤں اور مشرکوں کی ہیں، جو مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں شرک کا دروازہ اس طرح کھلے گا کہ وہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر باپ دادا کی رسموں کے تابع ہو جائیں گے۔

(آخر زمانے میں شیطان کا فتنہ:)

تھان پوجا بدترین لوگوں کا کام ہے: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جب دجال کا ظہور ہو گا اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمائے گا، آپ علیہ السلام اس کو تلاش کر کے مار ڈالیں گے، پھر اللہ پاک شام کی جانب سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا، روئے زمین پر جس کے دل میں رائی بھر بھی ایمان ہو گا اس کو وہ فوت کر دے گی، پھر برے لوگ پرندوں کی طرح بے عقل اور درندوں کی طرح پھاڑ کھانے والے رہ جائیں گے نہ اچھی بات کو اچھا سمجھیں گے اور نہ بری بات کو برا، پھر انسانی روپ میں ان کے پاس شیطان آکر کہے گا تمھیں شرم نہیں آتی؟ یہ پوچھیں گے کہ آپ کا کیا ارشاد ہے وہ انھیں بت پرستی کا حکم دے گا کہ تھانوں کو پوجو، وہ انہیں کاموں میں مگن ہوں گے اور انھیں رزق فراوانی سے مل رہا ہو گا اور زندگی آرام سے گزر رہی ہو گی۔

یعنی آخری زمانے میں ایمان دار ختم ہو جائیں گے بے ایمان اور بے وقوف رہ جائیں گے، جو دوسروں کا مال ہڑپ کر جائیں اور ذرا نہ شرمائیں اور ان سے بھلائی وبرائی کی تمیز جاتی رہے گی۔ پھر شیطان بزرگ کی شکل میں آکر انھیں سمجھائے گا کہ دیکھو بے دینی بڑی بری بات ہے، دیندار بنو۔ آخر اس کے کہنے سننے سے دین کا شوق پیدا ہو گا، مگر قرآن و حدیث پر نہیں چلیں گے۔ بلکہ اپنی عقل سے دینی باتیں تراشیں گے اور شرک میں گرفتار ہو جائیں گے۔ مگر اس حالت میں ان کی روزی میں اور فراخی ہو گی اور زندگی بڑے چین اور آرام سے گزر رہی ہو گی۔ وہ سمجھیں گے کہ ہماری راہ درست ہے، اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہے، جب ہی تو ہماری حالت سنور گئی، آخر کار اور شرک میں ڈوبیں گے کہ جوں جوں رسموں کو مانتے ہیں ہماری مرادیں پوری ہوتی ہیں۔

اس لیے مسلمان کو اللہ سے ڈرنا چاہیے کہ وہ کبھی ڈھیل دے کر پکڑتا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان شرک میں مبتلا ہوتا ہے اور غیر اللہ سے مرادیں مانگتا ہے، لیکن اللہ پاک اس پر حجت تمام کرنے کے لیے اس کی مرادیں برلاتا ہے۔ لیکن وہ یہ خیال کر بیٹھتا ہے کہ میں سچی راہ پر ہوں، غیر اللہ کا ماننا صحیح ہے، ورنہ مرادیں پوری نہ ہوتیں، لہذا مرادوں کے ملنے پر بھروسہ مت کرو اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا سچا دین یعنی توحید نہ چھوڑو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی ڈھیٹ بن جائے، کتنے ہی گناہوں میں ڈوب جائے، سر تا پا بے حیا بن جائے، پرایا مال ڈکار جانے میں عار نہ سمجھے، اور برائی اور بھلائی میں تمیز نہ کرے، مگر پھر بھی شرک کرنے سے اور غیر اللہ کو ماننے سے بہتر ہے، کیوں کہ شیطان وہ باتیں چھڑا کر یہ باتیں سکھاتا ہے۔

بتوں کا طواف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "قیامت نہیں آئے گی، جب تک ذوالخلصہ (بت) کے ارد گرد، دوس کی عورتوں کے سرین نہ ہلیں گے (یعنی جب تک وہ اس کا طواف نہ کریں گی)"۔ (بخاری و مسلم)۔

عرب میں ایک قوم تھی جس کو دوس کہا جاتا تھا، جاہلیت میں ان کا ایک بت تھا جس کو ذوالخلصہ کہا جاتا تھا۔ عہدِ رسالت میں اس کو توڑ دیا گیا تھا، آپ ﷺ نے پیشین گوئی کی کہ قیامت کے قریب لوگ پھر اس بت کو ماننے لگیں گے اور دوس کی عورتیں اس کا طواف کریں گی۔ آپ ﷺ کو ان کے سرین ہلتے ہوئے نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ بیت اللہ کے علاوہ کسی اور گھر کا طواف کرنا شرک اور کافرانہ رسم ہے۔

فصلِ پنجم: رسم ورواج میں شرک کی حرمت

(شیطان کے حکم سے اللہ کی بنائی ہوئی شکل کو بگاڑنا:)

شیطان تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کہہ چکا ہے کہ میں تیرے بہت سے بندوں کو اپنا بندہ بنالوں گا۔ ان کی عقلیں ایسی ماروں گا کہ اپنے خیالات ہی کو ماننے لگیں گے۔ میرے نام کے جانور مقرر کریں گے جن پر میری نیاز کا نشان ہو گا، مثلاً اس کا کان چیر ڈالیں گے یا کاٹ ڈالیں گے یا اس کے گلے میں کمر بندہ ڈال دیں گے، ماتھے پر مہندی لگا دیں گے۔ منہ پر سہرا باندھ دیں گے، منہ کے اندر پیسہ رکھ دیں گے۔ بہر حال وہ علامت جو یہ بتائے کہ یہ جانور فلاں کی نیاز کا ہے، اسی میں داخل ہے۔ شیطان یہ بھی کہہ آیا ہے کہ میرے اثر سے لوگ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکل کو بگاڑ ڈالیں گے۔

(مشرکین کا نعمت الٰہی سے انکار کرنا اور غیر اللہ کی ہر طرح تعظیم کرنا و شکر بجالانا:)

اولاد کے سلسلے میں شرک کی رسمیں: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی، تا کہ اس سے چین پائے۔ پھر جب اس نے اس سے ہم بستری کر لی تو اس کو حمل رہ گیا۔ وہ اسے لے کر چلتی پھرتی رہی، پھر جب بھاری ہو گئی تو دونوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ اگر تو ہمیں نیک اولاد دے گا تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے"۔ پھر جب اس نے ان کو نیک بچہ دیا تو اس بچے میں اللہ کے شریک بنانے لگے۔ ان کے شرک سے اللہ بلند و برتر ہے"۔ [الاعراف:۱۸۹-۱۹۰]۔

یعنی شروع میں بھی اللہ ہی نے انسان کو بنایا۔ اسے بیوی دی اور دونوں میں محبت پیدا کی۔ پھر جب اولاد کی امید ہوئی تو دونوں اللہ سے دعائیں مانگنے لگے کہ اگر صحیح سالم اور تندرست بچہ پیدا ہو جائے تو ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بہت ہی احسان مانیں گے۔ پھر جب حسب خواہش بچہ پیدا ہو گیا تو غیر اللہ کو ماننے

لگے اور ان کی نذر و نیاز کرنے لگے۔ کوئی بچہ کو کسی کی قبر پر لے گیا، کوئی تھان پر! کسی نے کسی کے نام کی چوٹی رکھ لی، کسی نے بدھی پہنا دی اور کسی نے بیڑی ڈال دی، کسی نے کسی کا فقیر بنا دیا اور نام بھی رکھے تو شرکیہ، جیسے نبی بخش، علی بخش، پیر بخش، سیتلا بخش، گنگا بخش، جمنا داس وغیرہ۔ اللہ تو ان نادانوں سے بے پرواہ ہے، مگر ان کا ایمان جاتا رہتا ہے۔

کھیتی باڑی میں شرک کی رسمیں: ارشادِ باری تعالی ہے:

"اور مشرک ان چیزوں میں سے جو اللہ نے پیدا کی ہیں، یعنی کھیتی اور جانوروں میں سے اللہ کے لیے ایک حصہ مقرر کر چکے ہیں۔ اور اپنے خیال میں کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا، پھر جو ان کے شریکوں کا ہے، وہ اللہ کو نہیں پہنچتا، اور جو اللہ کا ہے وہ ان کے شرکاء کو مل جاتا ہے۔ یہ جو فیصلہ کر رہے ہیں، برا ہے"۔ [الانعام:۱۳۶]۔

یعنی تمام غلے اور جانور اللہ ہی نے پیدا کیے ہیں۔ پھر مشرک جس طرح ان میں سے اللہ تعالیٰ کی نیاز نکالتے ہیں، اسی طرح غیر اللہ کی بھی نیاز نکالتے ہیں، جب کہ غیر اللہ کی نیاز میں جو ادب و احترام بجا لاتے ہیں، وہ اللہ کی نیاز میں نہیں بجالاتے۔

(اپنی طبیعت سے شریعت بنانا:)

چوپایوں میں شرک کی رسمیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اور وہ اپنے خیال سے کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی اچھوتی ہے، اسے کوئی نہ کھائے، علاوہ اس کے جسے ہم چاہیں۔ بعض جانوروں کی سواری منع ہے اور بعض جانوروں پر اللہ کا نام نہیں لیتے۔ یہ سب اللہ پر بہتان ہے، وہ ان کے بہتان کی جلدی سزا دے گا''۔[الانعام:۱۳۸]۔

یعنی لوگ محض اپنے خیال سے کہہ دیتے ہیں کہ فلاں چیز اچھوتی ہے، اس کو فلاں شخص کھا سکتا ہے۔ بعض جانوروں کو لادتے نہیں اور سواری بھی نہیں کرنے دیتے کہ یہ فلاں کی نیاز کا جانور ہے، اس کا ادب کرنا چاہیے۔ اور بعض جانوروں کو غیر اللہ کے نام پر نامزد کر دیتے ہیں کہ ان کاموں سے اللہ خوش ہوگا اور مرادیں برلائے گا۔ مگر ان کے یہ خیالات وافعال جھوٹے ہیں، جن کی وہ ضرور سزا پائیں گے۔

ارشادِ باری تعالی ہے:

''اللہ نے نہ بحیرہ کو نہ سائبہ کو، نہ وصیلہ کو اور نہ حامی کو جائز قرار دیا۔ لیکن کافر جھوٹی باتیں اللہ کے ذمہ لگاتے ہیں، اور اکثر ناسمجھ ہیں''۔[المائدۃ:۱۰۳]۔

جو جانور کسی کے نام کا نامزد کر دیا جاتا تو اس کا کان چیر دیا جاتا تھا اور اس کو بحیرہ کہتے تھے۔ سانڈ کو سائبہ کہا جاتا تھا۔ جس جانور کے بارے میں یہ منت مانی جائے کہ اس کا بچہ نر پیدا ہوا تو اس کو نیاز میں دے دیا جائے گا۔ پھر اس کے نر اور مادہ دونوں بچے پیدا ہوتے تو نر کو بھی نیاز میں نہ دیتے، ان دونوں بچوں کو وصیلہ کہا جاتا تھا۔ اور جس جانور سے دس بچے پیدا ہو جاتے تھے، اس پر سوار ہونا اور لادنا چھوڑ دیتے تھے۔ اس کو حامی کہا جاتا تھا۔ فرمایا یہ باتیں شرعی نہیں ہیں، رسمی ہیں۔ معلوم ہوا کہ کسی جانور کو کسی کے نام کا ٹھہرا دینا اور اس پر علامت لگا دینا اور یہ مقرر کرنا کہ فلاں کی نیاز گائے، فلاں کی بکری اور فلاں کی مرغی ہی ہوتی ہے، یہ سب جاہلانہ رسمیں ہیں اور شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں۔

حلال وحرام میں اللہ پر افتراء: ارشادِ باری تعالی ہے:

"اور جھوٹ کو جو تمہاری زبانیں بیان کرتی ہیں، مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو۔ یقین مانو جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہی وہ فلاح کو نہیں پہنچتے"۔ [النحل:١١٦]۔

یعنی اپنی طرف سے حلال وحرام مقرر نہ کرو، یہ اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے۔ اور اس طرح کہنے سے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے۔

یہ خیال کرنا کہ اگر فلاں کام اس طرح کیا جائے گا تو ٹھیک ہو جائے گا، ورنہ اس میں گڑبڑ ہو جائے گی، غلط ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کر انسان کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ مشرک اللہ کی شان میں اپنا دخل دیتے ہیں اور اپنی الگ شریعت گھڑ رہے ہیں۔

(ستاروں اور نچھتر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ ان سے دنیا کے حالات پر اثر پڑتا ہے کھلا ہوا شرک ہے:)

ستاروں میں تاثیر ماننا شرک ہے: "زید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ ایک دن حدیبیہ میں رات کی بارش کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "جانتے ہو تمھارے رب نے کیا کہا؟" صحابہ رضوان اللہ علیہم الاجمعین نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ فرمایا کہ اس نے کہا: "میرے بندوں نے صبح کی، کچھ تو مومن تھے کچھ تو کافر۔ جس نے کہا اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی، وہ مجھ پر ایمان لایا اور تاروں کے ساتھ کفر کیا۔ اور جس نے کہا فلاں فلاں تارے سے بارش ہوئی، اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور تاروں پر ایمان لایا"۔

یعنی جو شخص کائنات میں مخلوق کی تاثیر سمجھتا ہے، اسے اللہ اپنے منکروں میں شمار فرماتا ہے کہ وہ ستارہ پرست ہے۔ اور جو یہ کہتا ہے کہ سارا کارخانہ اللہ کے حکم سے چل رہا ہے، وہ اس کا مقبول بندہ ہے، ستارہ پرست نہیں۔

معلوم ہوا کہ نیک وبد ساعتوں کے ماننے، اچھی بری تاریخوں کے یا دن کے پوچھنے، اور نجومی کی بات پر یقین کرنے سے شرک کا در کھلتا ہے۔ کیوں کہ ان سب کا تعلق نجوم سے ہے، اور نجوم کا ماننا ستارہ پرستوں کا کام ہے۔

نجومی، ساحر اور کاہن کافر ہیں: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے علم نجوم کا کوئی مسئلہ سیکھا، بغیر ایسی صورت کہ جو اللہ نے بیان کی ہے، تو اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا۔ نجومی کاہن ہے اور کاہن جادوگر ہے۔ اور جادوگر کافر ہے“۔

یعنی قرآن پاک میں تاروں کا بیان ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت معلوم ہوتی ہے، ان سے آسمان کی خوب صورتی ہے اور ان سے شیطان کو مار مار کر بھگا دیا جاتا ہے۔ یہ بیان نہیں کہ انھیں کارخانۂ قدرت میں دخل ہے۔ دنیا کی بھلائی برائی انہی کے اثرات ہیں۔ اب اگر کوئی تاروں کے پہلے فوائد چھوڑ کر یہ کہے کہ انہی کی تاثیرات عالم میں کارفرما ہے اور غیب کا دعویٰ کرے۔ جس طرح جاہلیت میں جنوں سے پوچھ پوچھ کر کاہن غیب کی باتیں بیان کیا کرتے تھے، اسی طرح نجومی تاروں سے معلوم کر کے بتاتے ہیں۔ گویا کاہن، نجومی، رمال، جفار سب کی ایک ہی راہ ہے۔ کاہن جادوگروں کی طرح جنوں سے دوستی گانٹھتا ہے اور جنوں سے دوستی ان کو مانے بغیر پیدا نہیں ہوتی۔ جب ان کو پکارا جائے اور بھوگ دیا جائے تو دوستی پیدا ہوتی ہے۔ لہذا یہ کفر وشرک کی باتیں ہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو شرک سے محفوظ رکھے۔ آمین!

نجوم اور رمل پر اعتقاد کا گناہ: ”ام المومنین حضرت حفصہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو خبریں بتانے والے کے پاس آیا اور اس سے کچھ پوچھا تو اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہو گی“۔

یعنی جو شخص غیب کی باتیں بتانے کا دعویدار ہے، اگر اس سے کسی نے جا کر کچھ پوچھ لیا تو اس کی چالیس دن تک عبادت قبول نہیں ہوئی کیوں کہ اس نے شرک کیا اور شرک عبادتوں کا نور مٹا دیتا ہے۔ نجومی، رمال، جفار، فال کھولنے والے، نامہ نکالنے والے اور کشف والے سب عراف میں داخل ہیں۔

شگون اور فال کی رسمیں ہیں: ”حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”شگون لینے کے لیے جانور اڑانا، فال نکالنے کے لیے کچھ ڈالنا اور بدشگونی کفر میں سے ہے“۔

”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”شگون لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے“۔

عرب میں شگون لینے کا بہت رواج تھا اور ان کا شگون پر بڑا اعتقاد تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے کئی بار فرمایا کہ یہ شرک ہے، تاکہ لوگ باز آجائیں۔

عرب کا عقیدہ تھا کہ جس مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے، اس کی کھوپڑی سے الو نکل کر فریاد کرتا پھرتا ہے۔ اس کو ہامہ کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔ معلوم ہوا کہ تناسخ بھی قطعی بے بنیاد ہے۔ عرب میں بعض بیماریوں جیسے کھجلی، کوڑھ وغیرہ کے متعلق یہ خیال تھا کہ ایک دوسرے کو لگ جاتے ہیں۔ فرمایا یہ بات بھی غلط ہے۔ معلوم ہوا کہ لوگوں میں جو یہ بات عام طور پر مروّج ہے کہ چیچک والے سے پرہیز کرتے ہیں اور بچوں کو اس کے پاس جانے نہیں دیتے، یہ کفر کی رسم ہے اس کو نہ ماننا چاہیے۔ (یعنی یہ عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے کہ فلاں شخص کی بیماری ہمیں خود بخود، بغیر اللہ

کے حکم کے لگ جائے گی، کیوں کہ بیماریاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے لگتی ہیں، ہاں البتہ طبی نقطہ نگاہ سے احتیاط کرنے میں کوئی حرج نہیں)۔

لوگوں میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ فلاں کام، فلاں کو نامبارک ہے، راس نہیں آیا، یہ بھی غلط ہے۔ فرمایا کہ اگر اس بات کا کچھ اثر ہے تو تین ہی چیزوں میں ہے: گھر، گھوڑا اور عورت یہ چیزیں کبھی نامبارک ثابت ہوتی ہیں، مگر ان کی نامبارکی معلوم کرنے کی کوئی راہ نہیں بتائی گئی۔ یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ شیر دہاں گھر، ستارہ پیشانی گھوڑا اور کل جبھی عورت نجس ہوتی ہے۔ اگر نیا مکان یا گھوڑا خرید اجائے یا عورت سے شادی کی جائے، تو اللہ ہی سے اس کی بھلائی مانگیں اور اسی سے اس کی برائی سے پناہ مانگیں۔ باقی اور چیزوں میں یہ خیال نہ کریں کہ فلاں کام راس آیا اور فلاں نہیں آیا۔

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نہ چھوت چھات ہے، نہ الو ہے اور نہ صفر ہے“۔

عرب والے جوع الکلب کے مریض کے متعلق یہ خیال کیا کرتے تھے کہ اس کے پیٹ میں کوئی بلا گھسی ہوئی ہے، جو غذا چٹ کر جاتی ہے، اسی لیے اس غریب کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اس بھوت کا نام ”صفر“ مشہور تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ محض واہمہ ہے، بھوت وغیرہ کچھ نہیں۔

معلوم ہوا کہ بیماریاں بلا کے اثرات سے نہیں ہوتیں۔ بعض لوگ بعض بیماریوں کو بلا کا اثر خیال کرتے ہیں، جیسے ستیلا، مسانی، براہی وغیرہ، مگر یہ بات غلط ہے۔

جاہلیت میں ماہ صفر کو نحس خیال کرتے تھے اور اس میں کوئی کام نہیں کرتے تھے، یہ بھی غلط ہے۔ معلوم ہوا کہ صفر کے تیرہ دنوں کو نحس سمجھنا اور عقیدہ رکھنا کہ ان میں بلائیں اترتی ہیں، اسی وجہ

سے ان کا نام بھی ''تیرہ تیزی'' رکھا گیا کہ ان کی تیزی سے کام بگڑ جاتے ہیں، غلط ہے۔ اسی طرح کسی چیز کو یا تاریخ کو یا دن کو یا ساعت کو نحس سمجھنا، سب شرک کی باتیں ہیں۔

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوڑھی کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ پیالہ میں رکھ کر فرمایا ''اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کر کے کھاؤ''۔

یعنی ہمارا اعتماد و توکل اللہ پر ہے۔ وہ جسے چاہے بیمار کر دے اور جسے چاہے تندرست کر دے۔ ہم کسی کے ساتھ کھانے سے پرہیز نہیں کرتے اور بیماری کے لگ جانے کو نہیں مانتے۔

(اللہ کی شان میں جہالت اور بے ادبی کی بات پر چپ رہنا جائز نہیں:)

اللہ تعالی کو سفارشی نہ بناؤ: ''حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی نے آکر کہا: ''لوگ مشقت میں پڑ گئے، بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں، مال کم پڑ گئے، جانور ہلاک ہو گئے۔ آپ ہمارے لیے اللہ سے بارش کی دعا مانگیں، ہم اللہ کے پاس آپ کو شفیع بنانا چاہتے ہیں اور آپ کے پاس اللہ تعالی کو''۔ فرمایا: سبحان اللہ! سبحان اللہ! (یعنی اللہ نرالا ہے) آپ اتنی دیر تک اللہ کی پاکی بیان کرتے رہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے چہروں پر اس کا اثر محسوس ہونے لگا۔ پھر فرمایا: نادان! اللہ پاک کسی سے سفارش نہیں کرتا، اس کی شان اس سے بلند و برتر ہے۔ نادان! کیا تو جانتا ہے، اللہ کیا ہے؟ اس کا عرش اس کے آسمانوں پر اس طرح ہے (اور انگلیوں سے گنبد کی طرح بتایا) اس کی وجہ سے وہ (عرش) چرچرا رہا ہے، جس طرح اونٹ کی کاٹھی سوار کے بوجھ سے چرچراتی ہے''۔

یعنی ایک دفعہ عرب میں قحط پڑ گیا، بارش بند ہو گئی۔ ایک دیہاتی نے آپ ﷺ کے پاس آکر لوگوں کی حالت زار بیان کی اور آپ سے دعا کو کہا اور یہ بھی کہا کہ ہم آپ کی سفارش اللہ کے پاس چاہتے ہیں اور اللہ کی سفارش آپ کے پاس چاہتے ہیں۔ یہ بات سن کر آپ ﷺ اللہ تعالی کے رعب اور خوف

سے کانپنے لگے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی زبان پر اللہ تعالی کی بڑائی کے کلمات آ گئے، حاضرین مجلس کے چہروں پر اللہ تعالی کی عظمت سے تغیر کے آثار پیدا ہو گئے۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس دیہاتی کو سمجھایا کہ اختیار تو مالک ہی کا ہے، اگر مالک سفارش کی وجہ سے کام کر دے تو اس کی مہربانی ہے۔ جب یہ کہا گیا کہ ہم اللہ کو پیغمبر کے پاس سفارشی بنا کر لائے تو گویا مالک و مختار پیغمبر کو بنا دیا گیا، حالانکہ یہ شان اللہ تعالیٰ کی ہے۔ آئندہ اس قسم کا کلمہ زبان سے نہ نکالنا۔ اللہ تعالی کی شان بہت ہی بڑی ہے، تمام ہی انبیاء اور اولیاء اس کے سامنے ایک ذرہ سے بھی کمتر ہیں۔ تمام آسمانوں اور زمین کو اس کا عرش گنبد کی طرح گھیرے ہوئے ہے۔ عرش باوجود یہ کہ اتنا بڑا ہے مگر پھر بھی اس شہنشاہ کی عظمت کو نہیں سنبھال سکتا اور چرچرا رہا ہے، مخلوق کے تصور میں اس کی عظمت نہیں آ سکتی اور اس کی عظمت کو اپنے خیالات سے ادا بھی نہیں کر سکتا۔ اس کے کام میں دخل دینا اور اس کی عظیم سلطنت میں ہاتھ ڈالنا تو درکنار، وہ شہنشاہ بلا فوج اور لشکر کے اور بلا وزیر و مشیر کے ایک آن میں کروڑہا کام کر دیتا ہے، بھلا وہ کسی کے پاس آکر سفارش کیوں کرے؟ اور کون اس کے سامنے مختار بن سکتا ہے؟

سبحان اللہ! تمام انسانوں میں سب سے افضل انسان، محبوب الٰہی، احمد مجتبیٰ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تو یہ حالت کہ ایک دیہاتی کے منہ سے ایک نامعقول بات نکل گئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے دہشت کے مارے ہوش اڑ گئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عرش تا فرش اللہ کی جو عظمت بھری ہوئی ہے اس کا بیان کرنے لگے۔ پھر ان لوگوں کو کیا کہا جائے جو اس سے بھائی بندی کا سا یا دوستی کا رشتہ سمجھ رہے ہیں اور بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے رہتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے میں نے رب کو ایک کوڑی میں خریدا! کوئی کہتا ہے میں رب سے دو برس بڑا ہوں! کوئی کہتا ہے میرا رب میرے پیر کی صورت کے علاوہ اور صورت میں ظاہر ہو تو میں کبھی اسے نہ دیکھوں! اور کسی نے یہ شعر کہا ہے: (دل از مہر محمد ریش دارم = رقابت با خدائے خویش دارم) میرا دل محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی محبت سے زخمی ہے میں اپنے رب سے رقابت رکھتا ہوں! اور کسی نے کہا: (با خدا دیوانہ باش

وبا محمد ہوشیار) یعنی: رب کے ساتھ دیوانہ محمد ﷺ کے ساتھ ہوشیار رہ۔ کوئی حقیقت محمدیہ کو حقیقت الوہیت سے افضل بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ، اللہ تعالیٰ کی پناہ، ان مسلمانوں کو کیا ہو گیا۔ قرآن پاک کے ہوتے ہوئے ان کی عقلوں پر پتھر کیوں پڑ گئے؟! یہ گمراہیاں اللھم احفظنا اللھم احفظنا۔ آمین۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: (از خدا خواہیم توفیق ادب = بے ادب گشت از فضل رب) ہم اللہ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں۔ بے ادب رب کے فضل سے محروم رہ جاتا ہے۔

لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے، جس میں یہ کلمہ پڑھا جاتا ہے: "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاللہ"۔ "یعنی اے شیخ عبد القادر جیلانی! اللہ کے واسطے ہماری مراد پوری کرو"۔ یہ شرک ہے اور کھلا شرک، اللہ پاک مسلمانوں کو اس سے بچائے۔ آمین۔

ایسا لفظ منہ سے نہ نکالو جس سے شرک ٹپکتا ہو یا بے ادبی کا پہلو نکلتا ہو۔ حق تعالیٰ کی یہ بہت بڑی شان ہے۔ وہ باکمال و بے زوال شہنشاہ ہے۔ ایک نکتہ میں پکڑ لینا اور ایک بات میں بخش دینا اسی کا کام ہے۔ یہ کہنا سراسر بے ادبی ہے کہ "بظاہر بے ادبی کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس سے کوئی دور کے معنی مراد ہیں"۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پہیلیوں سے بالاتر ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے کسی بزرگ سے ٹھٹھا کرنے لگے تو اسے کتنا برا سمجھا جائے گا؟ ہنسی مذاق کی باتیں تو بے تکلف دوستوں سے ہوتی ہیں، باپ اور بادشاہ سے نہیں۔

(ایسے نام رکھنے کی ترغیب دینا جن مین توحید کا نشان واضح ہو اور مشتبہ ناموں کے رکھنے سے پرہیز کرنا:)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیارے نام:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”تمھارے بہت ہی پیارے نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں“۔

اللہ کا بندہ یا رحمٰن کا بندہ کتنا پیارا نام ہے۔ انہی ناموں میں عبد القدوس، عبد الجلیل، عبد الخالق، الٰہی بخش، اللہ دیا، اللہ داد وغیرہ داخل ہیں، جن میں اللہ کی طرف نسبت ظاہر ہوتی ہے۔

اللہ کے نام کے ساتھ کنیت نہ رکھو: حضرت ہانی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں اپنی قوم کے وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ نے ان سے سنا کہ مجھے میرے ساتھی ”ابو الحکم“ کہہ کر آواز دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ: ”حکم (فیصلہ کرنے والا) اللہ ہی ہے۔ حکم اسی کا ہے۔ تمھاری کنیت ابو الحکم کیوں رکھی گئی ہے؟“ (ابو داؤد نسائی)۔

یعنی ہر فیصلے کا چکا دینا اور جھگڑے کا مٹا دینا اللہ کی شان ہے، جس کا ظہور آخرت میں ہو گا کہ وہاں اگلے پچھلے سارے جھگڑے طے ہو جائیں گے، ایسی کسی مخلوق میں طاقت نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ جو لفظ اللہ ہی کی شان کے لائق ہے اسے کسی غیر کے لیے استعمال نہ کیا جائے، مثلاً شہنشاہ اللہ تعالیٰ ہی کو کہا جائے، وہ سارے جہاں کا رب ہے، جو چاہے کر ڈالے۔ یہ جملہ اللہ تعالیٰ ہی کی شان میں بولا جا سکتا ہے۔ اسی طرح معبود، بڑا دانا، بے پرواہ وغیرہ الفاظ اللہ تعالیٰ ہی کی شان کے لائق ہیں۔

صرف ماشاء اللہ کہو: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”یوں نہ کہو، جو اللہ اور محمد ﷺ چاہیں، بلکہ یوں کہوں: جو اکیلا اللہ چاہے“۔ (شرح السنہ)۔

یعنی شان الوہیت میں کسی مخلوق کا دخل نہیں، خواہ کتنا ہی بڑا اور کیسا ہی مقرب کیوں نہ ہو، مثلاً: یہ نہ کہا جائے کہ اللہ اور رسول چاہے گا تو کام ہو جائے گا، کیوں کہ دنیا کا سارا کاروبار اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ یا اگر کوئی شخص سے پوچھے کہ فلاں کے دل میں کیا

ہے؟ یا فلاں کی شادی کب ہو گی؟ یا فلاں درخت پر کتنے پتے ہیں؟ یا آسمان میں کتنے تارے ہیں؟ تو اس کے جواب میں یوں نہ کہے کہ: اللہ اور رسول ہی جانیں۔ کیوں کہ غیب کی بات کی اللہ ہی کو خبر ہے، رسول کو خبر نہیں۔ اگر دینی باتوں میں یوں کہہ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ اللہ نے اپنے رسول کو دین کی ہر بات بتادی ہے اور لوگوں کو اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم دیا ہے۔

غیر اللہ کی قسم شرک ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرمار ہے تھے: "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا"۔ (ترمذی)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "اللہ پاک تم کو باپ دادا کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔ جو شخص قسم کھائے تو اللہ کی کھائے، ورنہ خاموش رہے"۔ (بخاری و مسلم)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا "جس نے (سبقت لسانی کے طور پر) لات و عزیٰ کی قسم کھائی، اسے لا الہ اللہ کہہ لینا چاہیے"۔ (بخاری و مسلم)۔

زمانہ جاہلیت میں بتوں کی قسمیں کھائی جاتی تھیں۔ اسلام میں اگر کسی مسلمان کے منہ سے عادت کے مطابق غیر شعوری طور پر بتوں کی قسم نکل جائے تو فوراً "لا الہ الا اللہ" پڑھ کر توحید کا اقرار کرلے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی چیز کی قسم نہ کھائی جائے، اگر غیر شعوری طور پر غیر اللہ کی قسم زبان سے نکل جائے تو فوراً توبہ کی جائے۔ مشرکوں میں جن کی قسمیں کھائی جاتی ہیں، ان کی قسم کھانے سے ایمان میں خلل آتا ہے۔

نذروں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ: حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، کہ ایک شخص نے عہد رسالت میں یہ نذر مانی کہ بوانہ جاکر اونٹ نحر (ذبح) کروں گا۔ پھر رسول

اللہ ﷺ کے پاس آکر آپ کو اپنی نذر کی خبر کی۔ فرمایا:"جاہلیت کے تھانوں میں سے کوئی تھان تو وہاں نہیں تھا؟" صحابہ نے کہا: نہیں۔ فرمایا:"وہاں کوئی تہوار تو نہیں منایا جاتا تھا؟" بولے: نہیں۔ فرمایا:"اپنی نذر کو پورا کر کیوں کہ اس نذر کو پورا کرنا منع ہے، جس میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہے"۔(ابو داود)۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی اور کی منت ماننا گناہ ہے، ایسی منت کو پورا نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں کہ یہ بات خود گناہ ہے، پھر اسے پورا کرنا گناہ پر گناہ ہو گا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ غیر اللہ کے نام پر جانور چڑھائے جاتے ہوں، یا غیر اللہ کی پوجا پاٹ ہوتی ہو، یا جمع ہو کر شرک کیا جاتا ہو، وہاں اللہ کے نام کا بھی جانور نہ لے جایا جائے اور ان میں شرکت نہیں کرنی چاہیے، خواہ اچھی نیت ہو یا بری کیوں کہ ان میں شرکت خود مستقل بری بات ہے۔

اللہ کو سجدہ اور پیغمبر علیہ السلام کی تعظیم: "حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں شہر حیرہ میں گیا، میں نے وہاں کے لوگوں کو اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے دل میں کہا، بلاشبہ رسول اللہ ﷺ سجدہ کیے جانے کے زیادہ حق دار ہیں۔ چنانچہ میں نے آپ ﷺ کے پاس آکر کہا:"میں نے حیرہ میں لوگوں کو راجا کو سجدہ کرتے دیکھا۔ آپ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں، فرمایا:"بھلا بتا تو سہی اگر تو میری قبر پر گزرے تو کیا اس پر سجدہ کرے گا؟" میں نے کہا نہیں۔ فرمایا:"یہ کام بھی نہ کرو"۔(ابو داؤد)۔

یعنی ایک نہ ایک دن میں فوت ہو کر آغوشِ لحد میں جا سوؤں گا پھر میں سجدہ کے لائق نہ ہوں گا۔ سجدہ کے لائق تو وہ پاک ذات ہے، جو لازوال ہے۔ معلوم ہوا کہ سجدہ نہ زندہ کو روا ہے اور نہ مردہ کو اور نہ کسی قبر کو روا ہے اور نہ کسی تھان کو۔ کیوں کہ زندہ ایک دن مرنے والا ہے اور مرا ہوا بھی کبھی زندہ تھا اور بشر تھا۔ پھر مر کر الٰہ نہیں ہوا، بندہ ہی ہے۔

(شرک کے مشابہ کلمات بولنے کی ممانعت:)

کسی کو اپنا بندہ اور بندی کہنا جائز نہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "تم میں سے کوئی (کسی کو) ["عبدي و امتي" (میرا بندہ، میری بندی)] نہ کہے۔ تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمھاری ساری عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں۔ غلام اپنے سید کو اپنا مالک نہ کہے، کیوں کہ تم سب کا مالک اللہ ہے"۔ (مسلم)۔

معلوم ہوا کہ غلام کو بھی آپس میں ایسی گفتگو سے پرہیز کرنا چاہیے کہ میں فلاں کا بندہ ہوں اور فلاں میرا مالک ہے۔ پھر خواہ مخواہ بندہ بننا عبد النبی، بندہ علی، بندہ حضور، پرستار خاص، امرد پرست، زن پرست، پیر پرست خود کو کہلوانا اور ہر کسی کو خداوند خدائے گان اور داتا کہہ دینا کس قدر بے جا ہے اور کتنی بڑی گستاخی ہے۔ ذرا ذرا سی بات میں کہنا کہ تم ہماری جان اور مال کے مالک ہو۔ ہم تمھارے بس میں ہیں جو چاہو کرو، یہ سب باتیں محض جھوٹ اور شرک پر مبنی ہیں۔

(نصاری کی طرح اپنے نبی کو بڑھانا اور ان کے بارے میں غلو کرنا منع ہے:)

تعظیم رسول اللہ ﷺ کے متعلق اسوۂ حسنہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے حد سے مت بڑھانا، جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حد سے بڑھا دیا۔ میں تو محض اس کا بندہ ہی ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو"۔ (بخاری و مسلم)۔

یعنی حق تعالیٰ نے مجھے جن خوبیوں اور کمالات سے نوازا ہے، وہ سب بندہ اور رسول کے کہہ دینے میں آجاتے ہیں۔ کیوں کہ بشر کے لیے رسالت سے بڑھ کر اور کیا مرتبہ ہو گا؟ سارے مراتب اس سے نیچے ہیں، مگر بشر رسول بن کر بھی بشر ہی رہتا ہے۔ بندہ ہونا ہی اس کے لیے سبب فخر ہے۔

نبی بن کر بشر میں الوہی شان نہیں آجاتی اور اللہ تعالی کی ذات میں نہیں مل جاتا، بشر کو بشریت ہی کے مقام پر رکھو، عیسائیوں کی طرح نہ بنو کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بشریت سے نکال کر جامہ الوہیت پہنا دیا۔ جس سے یہ لوگ کافر اور مشرک بن گئے اور اللہ تعالی کا قہر و عتاب ان پر نازل ہوا۔ اسی لیے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت سے فرمایا کہ عیسائیوں کی سی چال نہ چلنا اور میری تعریف میں حد سے نہ بڑھ جانا کہ اللہ نہ کرے مردود بارگاہ الٰہی ہو جاؤ۔

لیکن ہزار افسوس کہ اس امت کے بے ادبوں نے آپ ﷺ کا کہنا نہیں مانا اور عیسائیوں کی سی چال چلنا شروع کر دی۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہتے تھے کہ اللہ تعالی ان کے روپ میں ظاہر ہوا تھا، وہ ایک طرح سے انسان ہیں اور ایک طرح سے رب ہیں۔

بلکہ بعض کذابوں نے ایک حدیث تراش کر خود پیغمبر اسلام ﷺ کی طرف منسوب کر دی کہ آپ نے فرمایا ''أنا احمد بلا میم'' میں بلا میم کا احمد ہوں، یعنی میں احد ہوں۔ اسی طرح لوگوں نے ایک لمبی چوڑی عربی عبارت کا نام ''خطبۃ الافتخار'' رکھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا۔ سبحانك هذا بهتان عظيم !(اے رب! تو ہر طرح کے شرک سے پاک ہے، تجھ پر بڑا بھاری بہتان لگایا گیا ہے) یارب! حق کا بول بالا اور جھوٹوں کا منہ کالا ہو۔ آمین! جیسے عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دونوں جہاں کا اختیار ہے، اگر کوئی ان کو مان کر ان سے التجا کرتا ہے تو اسے اللہ تعالی کی عبادت کی ضرورت نہیں۔ گناہ اس کے ایمان میں خلل نہیں ڈالتا، اس کے حق میں حرام و حلال کا امتیاز اٹھ جاتا ہے۔ وہ اللہ کا سانڈ بن جاتا ہے۔ جو چاہے کرے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخرت میں اس کی سفارش کر کے اللہ تعالی کے عذاب سے چھڑا لیں گے۔

جاہل مسلمان بعینہ یہی عقیدہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کے بارے میں رکھتے ہیں، بلکہ اماموں اور اولیاء کے حق میں بھی ان کا یہی عقیدہ ہے۔ بلکہ ہر پیر اور شیخ کے حق میں بھی ان کا یہی عقیدہ ہے۔ اللہ ہدایت دے۔

''حضرت عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو عامر کے وفد کے ہمراہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے کہا: ''آپ ہمارے سیّد (سردار) ہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سید اللہ ہے''۔ پھر ہم نے کہا: ''آپ ہم میں افضل ہیں اور بڑے ہیں اور زیادہ سخی ہیں''۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں یہ ساری یا بعض بات کہہ سکتے ہو۔ مگر کہیں شیطان تم کو گستاخ نہ بنا دے''۔ (ابوداود)۔

یعنی کسی بزرگ کی شان میں سنبھال کر بات کرنی چاہیے۔ اس کی انسان ہی کی سی تعریف کرو بلکہ اس میں بھی کمی کرو۔ منہ زور گھوڑے کی طرح مت دوڑو، کہیں شان الوہیت میں بے ادبی نہ ہو جائے۔

لفظ ''سیّد'' کے دو معنی: سیّد کے دو معنی ہیں: خود مختار، مالک کل، جو کسی کا محکوم نہ ہو۔ آپ جو چاہے کرے، یہ شان رب تعالیٰ کی ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی سیّد نہیں۔

پہلے حاکم کا حکم اس کے پاس آئے اور پھر اس کی زبانی دوسروں کو پہنچے، جیسے چودھری، زمیندار۔

اس معنی کے لحاظ سے ہر نبی اپنی امت کا سردار ہے، ہر امام اپنے ہم عصر لوگوں کا، ہر مجتہد اپنے ماننے والوں کا، ہر بزرگ اپنے عقیدت مندوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا سیّد ہے کہ یہ بڑے بڑے حضرات پہلے حکم پر خود عامل ہوتے ہیں، پھر اپنے چھوٹوں کو سکھاتے پڑھاتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہمارے محبوب نبی ﷺ تمام جہاں کے سیّد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں آپ کا مرتبہ سب سے بڑا ہے۔ آپ

ﷺ سب سے زیادہ احکام شرعیہ کے پابند تھے اور اللہ تعالی کا دین سیکھنے میں لوگ آپ ہی کے محتاج ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے آپ کو سارے جہان کا سردار کہا جاسکتا ہے، بلکہ کہنا چاہیے اور پہلے معنی کے لحاظ سے ایک چیونٹی کا سردار بھی آپ ﷺ کو نہ مانا جائے، کیوں کہ آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں تصرف کے مختار نہیں۔

تصویر کے متعلق ارشاداتِ نبوی: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انھوں نے ایک غالیچہ خریدا، جس میں تصویریں تھیں۔ جب اس کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو آپ ﷺ دروازے پر ہی کھڑے رہے، اندر نہیں آئے۔ فرماتی ہیں: میں نے آپ ﷺ کے چہرے سے کراہت محسوس کی۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! میری توبہ ہے، میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ فرمایا ”یہ غالیچہ کیسا ہے؟“ فرماتی ہیں: میں نے کہا: میں نے اس کو آپ کے لیے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور تکیہ بنائیں۔ فرمایا: ”ان تصویر والوں پر قیامت کے دن یہ عذاب ہوگا کہ ان سے کہا جائے گا، ”اپنی بنائی ہوئی تصویروں کو زندہ کرو“۔ فرمایا: ”جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں، اس میں فرشتے نہیں آتے“۔ (بخاری)۔

چوں کہ اکثر مشرک مورتیاں پوجتے ہیں، اس لیے فرشتوں اور نبیوں کو تصویروں سے گھن آتی ہے، اس لیے فرشتے نہیں آتے۔ تصویر بنانے والوں پر عذاب ہوگا کہ سامان بت پرستی مہیا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تصویر خواہ پیغمبر کی ہو یا امام کی، ولی کی ہو یا قطب کی، اور پیر کی ہو یا مرید کی، بنانی حرام ہے اور اس کا رکھنا بھی حرام ہے۔ جو لوگ اپنے بزرگوں کی تصویروں کی تعظیم کرتے ہیں اور بطورِ تبرک اپنے پاس رکھتے ہیں، وہ سراسر گمراہ اور مشرک ہیں۔ پیغمبر اور فرشتے ان سے گھن کرتے ہیں۔

مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر قسم کی تصویر کو گندہ سمجھ کر اپنے گھر سے دور کر دے، تاکہ رحمت کے فرشتے بھی اس گھر میں آئیں جائیں اور گھر میں برکت ہو۔

پانچ سخت ترین گناہ: ”حضرت عبد اللہ بن عباس کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ”قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہو گا، جس نے نبی کو یا جس کو نبی نے قتل کیا یا اس شخص کو جو بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے اور تصویریں بنانے والوں کو“۔

یعنی تصویر بنانے والا بھی ان بڑے بڑے گناہوں میں داخل ہے۔ تو جو گناہ قاتلِ پیغمبر کو ہو گا، وہی تصویریں بنانے والوں کو ہو گا۔

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ: ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو میری طرح پیدا کرنے کی کوشش کرے؟ سو بھلا وہ ایک ذرہ یا ایک دانہ یا ایک جو تو پیدا کر کے دکھائیں“۔ (بخاری، مسلم)۔

یعنی مصور در پردہ الوہیت کا دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی طرح چیزیں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ یہ بڑا گستاخ اور کذاب ہے۔ ایک دانہ تک بنانے کی قدرت نہیں (لیکن) نقل اتارتا ہے۔ نقال ملعون پر اللہ کی لعنت ہے۔

اپنے متعلق نبی اکرم ﷺ کا ارشاد: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے اس مرتبے سے آگے بڑھاؤ جس پر اللہ پاک نے مجھے رکھا ہے۔ میں محمد ہوں، عبد اللہ کا بیٹا ہوں، اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں“۔ (نسائی)۔

یعنی جس طرح اور بڑے لوگ اپنی تعریف میں مبالغہ سے خوش ہوتے ہیں، مجھے اپنی تعریف میں مبالغہ ذرّہ برابر بھی پسند نہیں۔ ان لوگوں کو تو مبالغہ کرنے والوں کے دین سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، خواہ دین رہے یا نہ رہے، لیکن پیغمبرِ اسلام علیہ الصلاۃ والسلام اپنی امت پر بڑے شفیق و مہربان ہیں۔

جب آپ کو معلوم ہوا کہ میرے امتی مجھ سے بڑی محبت کرتے ہیں اور میرے بہت احسان مند ہیں اور یہ بھی معلوم تھا کہ محبّ، محبوب کے خوش کرنے کو آسمان اور زمین کے قلابے ملایا کرتا ہے، تو ایسا نہ ہو کہ یہ تعریف میں حد سے بڑھ جائیں، جس سے اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی ہو جائے، جس سے ان کا دین غارت ہو جائے اور میری ناراضگی بھی واجب ہو جائے۔ اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مبالغہ پسند نہیں۔ میرا نام محمد ﷺ ہے، میں خالق یا رازق نہیں۔ میں عام لوگوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہوا ہوں اور میرا اشرف بندہ ہونے ہی میں ہے۔ البتہ عوام سے میں اس بات میں جدا ہوں کہ میں اللہ کے احکام کو جانتا ہوں، لوگ نہیں جانتے۔ لہذا انھیں مجھ سے اللہ کا دین سیکھنا چاہیے۔

اے ہمارے آقا! رحمۃ للعالمین ﷺ پر رحمت و سلامتی کی بارش فرما! جس طرح آپ ﷺ نے ہم جیسے جاہلوں کو دین سکھانے کے لیے سر توڑ کوششیں کیں، ان کی قدر دانی کرنے والا تو ہی ہے۔ اے بلند و برتر مالک! ہم تیرے عاجز و بے بس بندے ہیں، ہمارے اختیار میں کچھ نہیں۔ جس طرح تو نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے شرک و توحید کا مطلب خوب سمجھایا، لا الہ الا اللہ کے تقاضوں سے خوب خبر دار کیا اور مشرکوں سے نکال کر موحد و پاک صاف بنایا، اسی طرح اپنے فضل و کرم سے ہمیں بدعت و سنت کے معنی سمجھا، کلمہ ”محمد رسول اللہ“ کے تقاضوں سے آگاہ فرما! اور بدعتیوں اور ملحدوں سے نکال کر ہمیں پاک سنی اور تابعدار حدیث و قرآن بنا۔ آمین ثم آمین!

اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں یہاں کا راستہ دکھایا اور اگر اللہ ہم کو راستہ نہ دکھاتا تو ہم راستہ نہ پاسکتے۔ بے شک ہمارے رب کے رسول حق بات لے کر آئے تھے۔

فہرست

حالاتِ مؤلف۔ سیرت کی ایک جھلک۔ ۳

ولادت: ۳

(آپ کی) تصانیف: ۵

تمہید، مقدمہ ۷

پہلا باب: توحید کا بیان ۱۲

دوسرا باب: شرک کی قسمیں: ۱۸

فصلِ اول: (شرک کی برائی اور توحید کی خوبیاں) شرک معاف نہیں ہو سکتا: ۲۳

فصل دوم: شرک فی العلم کی تردید ۳۲

فصلِ سوم: شرک فی التصرف کی تردید ۴۰

فصلِ چہارم: عبادات میں شرک کی حرمت ۵۱

فصلِ پنجم: رسم ورواج میں شرک کی حرمت ۶۳

فہرست ۸۲